



E-Content

Instructional Media Centre
Maulana Azad National Urdu University
Gachibowli, Hyderabad - 32
T.S. India

Subject / Course - B.A 1st Year Islamic Studies

Paper : First (Block 2) Islam: Taruf aur Buniyadi Taleemat

Module Name/Title : Life of Prophet Muhammad (PBUH) Unit 8



DEVELOPMENT TEAM

CONTENT	DDE
PRESENTATION	Dr Fahim Akhtar
PRODUCER	Mr. Md Imtiyaz Alam



Instructional Media Centre
Maulana Azad National Urdu University
Gachibowli, Hyderabad - 32
T.S. India



اکائی 8: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت

اکائی کے اجزاء

- 8.1 مقصد
- 8.2 تمہید
- 8.3 تدوین سیرت
- 8.4 نبوت سے پہلے زندگی
- 8.5 مکی زندگی
- 8.6 مدنی زندگی
- 8.7 اخلاق نبوی
- 8.8 ازواج و اولاد
- 8.9 خلاصہ
- 8.10 نمونہ سوالات
- 8.11 مطالعہ کے لئے معاون کتابیں

8.1 مقصد

اس اکائی کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس بات واقف ہو جائیں گے کہ پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی حیات اقدس کیسی تھی، حیات طیبہ کافن جو سیرت کہلاتا ہے، اس کی تدوین و حفاظت سے بھی طلبہ آگاہ ہوں گے، اور تفصیل کے ساتھ جان سکیں گے کہ رسول اللہ ﷺ نے نبوت سے پہلے کیسی زندگی گزاری؟ پھر نبوت کے بعد مکہ میں قیام کے دوران کیا واقعات پیش آئے؟ کن حالات میں پہلے حبشہ اور پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی گئی اور مدینہ کی زندگی میں دعوت اسلامی، مختلف غزوات اور دوسرے اہم واقعات کیسے انجام پائے۔ اسی طرح حضور اکرم ﷺ کے اخلاق و اوصاف اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اور اولاد کے بارے میں بھی طلبہ واقفیت حاصل کر لیں گے۔

سیرت نبوی اسلامیات کا ایک اہم ماخذ ہے۔ اس کے تمام چھوٹے بڑے واقعات کو تاریخی طور پر پورے استناد کے ساتھ محفوظ کیا گیا ہے۔ اس اکائی میں سب سے پہلے تدوین سیرت کے موضوع پر روشنی ڈالی جائے گی۔ پھر رسول خدا ﷺ کی حیات قبل نبوت سے متعارف کرایا جائے گا۔ نبوت ملنے کے بعد آپ ﷺ کی حیات طیبہ کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہوئے پہلے مکی زندگی پھر مدنی زندگی کے اہم واقعات کا ذکر کیا جائے گا۔ اور اس کے بعد آپ ﷺ کے اخلاق و اوصاف پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ کی ازواج اور آپ ﷺ کی اولاد کا تذکرہ کیا جائے گا۔

8.3 تدوین سیرت

پیغمبر اسلام جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مذہبی پیشواؤں میں یہ امتیاز حاصل ہے کہ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ محفوظ شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے، آپ ﷺ کا نسب، ولادت باسعادت اور نبوت سے لے کر آپ ﷺ کی وفات تک کے تمام حالات روشنی میں ہیں۔ اور یہ بات من جانب اللہ ہوئی ہے کیوں کہ آپ کی نبوت قیامت تک کے لئے ہے، اس لئے ضروری تھا کہ آپ کی زندگی کا ایک ایک ورق محفوظ ہو جائے، جسے انسانیت اپنے لئے نمونہ بنا سکے۔

سیرت نبوی ﷺ کا ماخذ بنیادی طور پر ”قرآن و حدیث“ ہے، قرآن میں آپ کی زندگی کے بہت سے واقعات کا ذکر موجود ہے اور حدیث میں کتاب المناقب، کتاب المغازی، کے علاوہ دوسرے ابواب میں بھی سیرت کے واقعات آگئے ہیں، اسی طرح محدثین نے ’شمال‘ کے عنوان سے جو حدیثیں جمع کی ہیں، وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہی سے متعلق ہیں، سیرت کی طرف فطری طور پر صحابہ ﷺ کی بڑی توجہ تھی اور صحابہ میں جن حضرات نے آپ ﷺ کے احوال سے متعلق روایتیں نقل کی ہیں، ان میں حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت براء بن عازب، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص، حضرت انس بن مالک اور حضرت جابر بن عبداللہ کے نام نمایاں ہیں۔ پھر تابعین میں حضرت عروہ بن زبیر (م: 94ھ)، ابان بن عثمان الجلی (م: 105ھ)، عاصم بن عمر بن قتادہ (م: 119ھ)، محمد بن شہاب زہری (م: 124ھ)، عبداللہ بن ابی بکر بن حزم (م: 135ھ) اور موسیٰ بن عقبہ رحمہم اللہ جمعین (م: 141ھ) کے نام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

سیرت کی روایت کرنے والوں میں بعض ایسے رواۃ بھی ہیں جن کی بیان واقعات کے اعتبار سے بڑی اہمیت ہے، لیکن محدثین کی نگاہ میں وہ قابل قبول نہیں ہیں، ان میں ایک نام محمد بن اسحاق (م: 151ھ) اور دوسرا نام محمد بن عمر واقدی (م: 207ھ) کا ہے۔ لیکن اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ سیرت نبوی کی ترتیب میں ان دونوں بزرگوں کا نمایاں حصہ رہا ہے۔ محمد بن اسحاق ہی کو اہل علم کے نزدیک پہلا سیرت نگار ہونے کا شرف حاصل ہے، حال ہی میں اس کتاب کی دریافت ہوئی ہے اور ڈاکٹر حمید اللہ نے اس کو تحقیق کے بعد شائع کروایا ہے، ابو محمد عبدالملک ابن ہشام کی شہرہ آفاق سیرت کی بنیاد اسی کتاب پر ہے، ابن ہشام کی وفات 213ھ یا 218ھ ہوئی ہے، سیرت ابن ہشام کی شرح عبدالرحمن سیہلی کی ”الروض الأنف“ ہے، جو سیرت نبوی کا اہم ماخذ ہے، ان کی وفات 508ھ یا 581ھ میں ہوئی ہے۔

ابن ہشام کے بعد محمد بن سعد (م: 230ھ) کا نام آتا ہے، جن کی کتاب ”الطبقات الكبرى“ نہایت اہم کتاب ہے، اس کی پہلی دو جلدیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر مشتمل ہیں۔ طبقات ابن سعد کے بعد سیرت کی قدیم کتابوں میں ابن سید الناس (م: 734ھ) کی ”عیون الأثر فی فنون المغازی والشمال والسیر“، امام ذہبی کی ”السیرة النبویة“ (جو مکی زندگی پر مشتمل ہے) اور ”المغازی“ (جو مدنی زندگی کو شامل ہے)، امام ابن قیم جوزی (م: 751ھ) کی ”زاد المعاد فی ہدی خیر العباد“، اور حافظ ابن کثیر (م: 774ھ) کی ”البدایة والنبہایة“ کا سیرت سے متعلق حصہ ہے۔

اُردو زبان میں سیرت کی قابل ذکر کتابوں میں سرفہرست علامہ شبلی نعمانی اور علامہ سید سلیمان ندوی کی ”سیرت النبی“ ہے، اس کے علاوہ قاضی سلیمان منصور پوری کی ”رحمۃ للعالمین“، مولانا عبدالرؤف دانا پوری کی ”اصح السیر“، مولانا مناظر احسن گیلانی کی ”النبی الخاتم“، ڈاکٹر حمید اللہ کی ”محمد رسول اللہ“، مولانا محمد ادریس کاندھلوی کی ”سیرت المصطفیٰ“، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی ”نبی رحمت“، شاہ مصباح الدین شکیل کی ”سیرت احمد مجتبیٰ“ اور مولانا صفی الرحمن مبارک پوری کی ”الرحیق المختوم“ سیرت کی نہایت اہم کتابیں ہیں۔

8.4 نبوت سے پہلے زندگی

○ 20 / اپریل 571ء پیر کے دن آپ کی ولادت باسعادت ہوئی، محققین کے نزدیک یہ ربیع الاول کی 9 / تاریخ تھی، دادا نے آپ کا نام محمد رکھا، بعض روایت کے مطابق والدہ نے احمد نام رکھا، جب آپ بڑے ہوئے تو صاحبزادے کی نسبت سے ’ابوالقاسم‘ کنیت اختیار فرمائی، والد ماجد کا نام حضرت عبداللہ، دادا کا عبدالمطلب اور پردادا کا ہاشم، نانا کا وہب، دادی کا فاطمہ اور نانی کا برہ تھا۔ آپ کے والد کے دس بھائی تھے :

- (1) عباس، (2) حمزہ، (3) ابولہب، (4) ابوطالب، (5) زبیر، (6) حارث، (7) مقدم، (8) جمل، (9) ضرار، (10) قثم۔

ان میں سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے، ابوطالب آپ کے نہایت ہی محسن اور محبوب چچا تھے اور ابولہب اسی قدر بدترین دشمن۔ آپ کی پھوپھیوں چھ تھیں۔

- (1) اُم حکیم، (2) عاتکہ، (3) برہ، (4) امیمہ، (5) اروی، (6) صفیہ۔

ان میں سے حضرت صفیہ نے اسلام قبول کیا تھا، اور اُم حکیم آپ رضی اللہ عنہ کے والد کی جڑوان بہن تھیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کا خاندان والد کی طرف سے اس طرح ہے :

عبداللہ --- عبدالمطلب --- ہاشم --- عبدمناف --- قصی --- کلاب --- مرہ --- کعب
 --- لؤوی --- غالب --- فہر بن مالک --- (قریش)۔

والدہ کی طرف سے آپ کا خاندان، کلاب پر جا کر مل جاتا ہے :

آمنہ --- وہب --- عبدمناف --- زہرہ --- کلاب۔

○ آپ ﷺ کی ولادت سے دو ماہ قبل ہی آپ ﷺ کے والد ماجد کی وفات ہو گئی۔ ولادت کے بعد پہلے خود آپ ﷺ کی والدہ حضرت آمنہ اور پھر ابولہب کی باہمی حضرت ثویبہؓ نے دودھ پلایا۔ عرب کا دستور تھا کہ دیہات کی خواتین شہر آتیں اور معزز قبائل کے بچوں کو دودھ پلانے کے لئے لے جاتیں، بچوں کے سر پرست ان کی مالی مدد کرتے، اور وہ بھی اس کو پسند کرتے، کیوں کہ ان کا خیال تھا کہ شہر کے لوگوں کی زبان مختلف قبائل کے اختلاط کی وجہ سے بگڑ جاتی ہے اور دیہات کے لوگوں کی زبان اصل حالت میں محفوظ رہتی ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ اس دستور کے مطابق حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے حوالہ ہوئے، یہ قبیلہ بنو سعد سے تعلق رکھتی تھیں، جن کی فصاحت و بلاغت اور عربی زبان و اسلوب میں مہارت مشہور تھی، دو سال کی عمر تک حضرت حلیمہ سعدیہؓ نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا اور آپ ﷺ کی وجہ سے ہونے والی برکتوں کو دیکھتے ہوئے حضرت حلیمہ کی خواہش پر آپ نے مزید دو سال ان کے یہاں گزارے۔ آپ کے رضاعی بھائیوں (یعنی حضرت حلیمہ کے بچوں کے نام) عبداللہ، حذیفہ، انیسہ اور شیماء، آپ ﷺ کے رضاعی والد یعنی حضرت حلیمہ کے شوہر کا نام حارث بن العززی تھا۔ حضرت ثویبہؓ اور حضرت حلیمہؓ آپ ﷺ پر پہلے ایمان لائیں، حارث بن العززی، عبداللہ اور شیماء کو بھی بعد میں قبول اسلام کا شرف حاصل ہوا۔

حضرت ثویبہ کا دودھ حضرت حمزہ، حضرت جعفر، حضرت ام سلمہ کے پہلے شوہر حضرت ابوسلمہ اور حضرت ثویبہ کے صاحبزادے حضرت مسروح ﷺ نے بھی پیا تھا، نیز حضرت حلیمہ کے دودھ پینے والوں میں آپ کے چچا زاد بھائی حضرت سفیان بن حارث ﷺ بھی تھے۔ اس طرح یہ سب آپ ﷺ کے رضاعی بھائی ہوئے، ان کے علاوہ بعض اور خواتین نے بھی آپ ﷺ کو مختصر عرصہ کے لئے دودھ پلایا ہے۔

○ حضرت آمنہ کا میکہ مدینہ میں تھا، حضرت عبداللہ کی وہیں وفات ہو گئی تھی، چنانچہ حضرت آمنہ اپنے صاحبزادے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنی وفادار باندی حضرت ام ایمن کے ساتھ مدینہ گئیں اور واپسی میں ”ابوا“ کے مقام پر حضرت آمنہ کی وفات ہو گئی، اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک 6 سال تھی۔ یہاں سے حضرت ام ایمن آپ ﷺ کو اپنے ساتھ لے کر مکہ واپس آئیں اور آپ ﷺ اپنے دادا حضرت عبدالمطلب کی پرورش میں آ گئے۔ حضرت ام ایمن نے ایک ماں کی طرح بھرپور شفقت و محبت کے ساتھ آپ کی پرورش کی، آپ ﷺ کہتے تھے کہ یہ میری ”ماں“ کے بعد ”ماں“ ہیں، جو آپ ﷺ سے بے حد محبت کرتی تھیں، جب عمر مبارک آٹھ سال کی ہوئی تو دادا نے بھی داغ فراق دیا۔

○ حضرت ابوطالب آپ کے والد ماجد کے سگے بھائی تھے، یعنی دونوں کی ماں ایک تھیں، حضرت عبدالمطلب نے اپنی وفات سے پہلے آپ ﷺ کو حضرت ابوطالب کے حوالہ کر دیا، ان کی زوجہ حضرت فاطمہ بنت اسد بھی آپ سے بے حد پیار کرتی تھیں، جس کا آپ ﷺ نے خود ذکر فرمایا ہے۔ ان چچا اور چچی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو والدین کی محبت عطا کی، عبدالمطلب نے حضرت ام ایمن کو بھی آپ ﷺ کی پرورش کے بارے میں خصوصی ہدایت فرمائی، حضرت عبدالمطلب کے بعد آپ کے حسب وصیت آپ کے چچا ’زبیر‘ بنو ہاشم کے سردار ہوئے اور تیرہ سال تک سردار رہے، ان کے انتقال کے وقت آپ ﷺ کی عمر 21-22 سال تھی۔ پھر حضرت ابوطالب بنو ہاشم کے سردار رہے اور 28 سال تک اس ذمہ داری پر رہے، ان کی وفات کے بعد ابولہب سردار ہوئے جب آپ ﷺ کی عمر مبارک تقریباً پچاس سال کی تھی۔

○ عرب کے عام دستور کے مطابق آپ ﷺ نے بچپن میں بھیڑ بکریاں بھی چرائی ہیں، جب آپ ﷺ کی عمر مبارک بارہ سال تھی، تو حضرت ابوطالب نے شام کے تجارتی سفر کا ارادہ کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصرار پر آپ ﷺ کو بھی حضرت ابوطالب نے ساتھ رکھ لیا، راستہ میں ”یماء“ نامی مقام پر قیام کا موقع ہوا، وہاں ”بحیرہ“ نامی ایک راہب تھا، اس نے آپ ﷺ کے اندر ”خاتم النبیین“ ہونے کی علامتیں دیکھیں، اس کو اندیشہ ہوا کہ اگر شام کے یہود آپ ﷺ کو پہچان لیں تو کہیں آپ ﷺ کی جان کے درپے نہ ہو جائیں، چنانچہ بحیرہ کی خواہش پر حضرت ابوطالب نے آپ ﷺ کو واپس کر دیا، دوبارہ جب عمر مبارک 25 سال کے قریب ہوئی تو حضرت خدیجہ الکبریٰ کی خواہش پر ان کا مال لے کر آپ ﷺ نے شام کا سفر فرمایا، تاکہ وہاں تجارت کریں اور نفع میں دونوں شریک ہوں، حضرت خدیجہ نے اپنے غلام میسرہ کو بھی آپ ﷺ کے ساتھ کر دیا تھا، اس تجارت میں بہت نفع ہوا۔

○ آپ ﷺ کی دیانت و امانت سن کر اور میسرہ کے ذریعہ آپ ﷺ کے احوال جان کر حضرت خدیجہ بے حد متاثر ہوئیں اور انہوں نے آپ ﷺ کو پیغام نکاح بھیجا، اس وقت آپ کی عمر مبارک 25 سال تھی، حضرت خدیجہ کی عمر مشہور قول کے مطابق چالیس سال تھی اور بعض حضرات کی رائے میں اٹھائیس سال، آپ نے اسے قبول فرمایا۔ اس زمانہ میں نکاح کے موقع پر عاقدین میں سے ہر ایک کی طرف سے خطبہ دیا جاتا تھا، جس میں اپنے اپنے خاندان کی تعریف ہوتی تھی، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت ابوطالب نے اور حضرت خدیجہ کی طرف سے ورقہ بن نوفل نے نکاح کا خطبہ دیا۔ مہر کے بارے میں تین روایتیں ہیں، بیس اونٹ، چار سو دینار یا پانچ سو درہم۔ آپ ﷺ کی طرف سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور دوسرے سرداران قریش مجلس نکاح میں موجود رہے۔

حضرت خدیجہ سے نکاح کے بعد آپ ﷺ محلہ بنو ہاشم سے حضرت خدیجہ کے گھر ’دار خزیمہ‘ منتقل ہو گئے۔ حضرت خدیجہ کو ان کے بھتیجے حکیم بن حزام نے ایک غلام ’زید بن حارثہ‘ دیا تھا، جو اصل میں یمن کے قبیلہ کے بنو خزاعہ کے سردار حارثہ بن شرییل کے صاحبزادے تھے، جنہیں ڈاکوؤں نے زبردستی آٹھ سال کی عمر میں اغوا کر کے بیچ دیا تھا، حضرت خدیجہ نے اپنے ہونہار غلام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دے دیا۔ وہ آپ ﷺ کے ایسے جان نثار ثابت ہوئے کہ والد اور چچا جب لینے کے لئے آئے تب بھی آپ کے ساتھ رہنے کو ترجیح دی۔ نبوت کے بعد بھی وہ آپ کے جاں نثار و محبوب صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہوئے۔

○ نبوت سے پہلے کا ایک اہم واقعہ یہ ہے کہ کچھ لوگ عبد اللہ بن جدعان کے گھر میں اس مقصد سے جمع ہوئے کہ سب لوگ مل کر ظالم کو ظلم سے روکنے کی کوشش کریں، اور مظلوم کی مدد کریں، اس معاہدہ کو ’حلف الفضول‘ کہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس میں شریک ہوئے، آپ کو یہ معاہدہ اس قدر پسند تھا کہ آپ ﷺ نبوت کے بعد بھی فرماتے تھے کہ اگر اب بھی مجھے ایسے معاہدہ کی طرف دعوت دی جائے تو میں اسے قبول کروں گا۔

○ جب عمر مبارک 25 سال کی ہوئی، تو خانہ کعبہ میں بارش کی وجہ سے شکاف پڑ جانے کے سبب کعبۃ اللہ کی تعمیر نو انجام پائی، تعمیر کعبہ میں دروازے والی دیوار بنی عبد مناف اور بنی زہرہ کے ذمہ آئی، رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیانی دیوار بنو مخزوم اور

بنو تیم نے تعمیر کی۔ حطیم والا حصہ بنو عبدالدار اور بنو اسد اور بنو عدی کے حصہ میں آیا اور پیچھے کی دیوار بنو سہم اور بنو حج نے تعمیر کی۔ اس میں جب حجر اسود کو اپنی جگہ پر رکھنے کا موقع آیا تو مختلف قبائل کے درمیان کشمکش شروع ہوئی، اور قتل و قتال کا اندیشہ پیدا ہو گیا، ایسے موقع پر مکہ کے ایک بزرگ ’امیہ بن مغیرہ‘ نے تجویز پیش کی کہ کل جو شخص سب سے پہلے کعبہ اللہ میں آئے وہ حجر اسود کو اپنی جگہ پر رکھے۔ کل سب سے پہلے کعبہ میں آنے والی شخصیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی، چنانچہ آپ ﷺ نے ایک چادر منگائی، اس کے وسط میں پتھر رکھا، ہر قبیلہ سے ایک ایک نمائندہ طلب کیا، اور ان سب سے کہا کہ وہ چادر کے کنارے پکڑ کر حجر اسود کو اس جگہ تک لے جائیں، جہاں اسے نصب کیا جانا ہے، پھر جب وہاں پہنچے تو اپنے دست مبارک سے پتھر کو اپنی جگہ پر نصب فرما دیا۔

○ نبی بنائے جانے سے پہلے بھی آپ ﷺ نے کبھی بتوں کی پوجا نہیں کی، اور کوئی ایسا کام نہیں کیا جو گناہ کا ہو یا جو شرم و حیاء کے تقاضوں کے خلاف ہو، آپ ﷺ کے خصوصی احباب حضرت ابو بکر صدیق، حضرت حکیم بن حزام، اور حضرت ضام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہم تھے، اور یہ سبھی بعد کو مشرف بہ اسلام ہوئے۔ خوش اخلاقی اور راست گوئی کی وجہ سے نبی بنائے جانے سے پہلے بھی لوگ آپ کو امین اور صادق کہا کرتے تھے۔

8.5 مکی زندگی

○ جب آپ ﷺ کی عمر مبارک چالیس سال کے قریب ہوئی، تو ایک خاص کیفیت یہ پیدا ہوئی کہ آپ ﷺ تنہائی کو پسند فرماتے، مکہ کے قریب ایک پہاڑی ’حرا‘ کی بلندی پر واقع ایک غار میں جا کر کئی دنوں کے لئے قیام پذیر ہو جاتے اور مسلسل غور و فکر میں مشغول رہتے اور کعبہ اللہ کی طرف دیکھتے رہتے۔ حرا کی پہاڑی مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے، جس کی اونچائی تقریباً دو ہزار فٹ ہے۔ اس پر موجود یہ غار مستطیل شکل میں ہے اور اس کا رخ کعبہ کی طرف ہے، نیز اندر سے تقریباً چار گز لمبا پونے دو گز چوڑا اور قد آدم اونچا ہے، اور فرش قدرتی طور پر مسطح ہے۔ ایک قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ تقریباً چھ ماہ سے ایک خاص بات یہ پیش آنے لگی کہ آپ ﷺ خواب دیکھتے اور وہ دن کے اجالوں میں حقیقت بن کر ظہور پذیر ہوتی، اس درمیان ایک شب حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے، انھوں نے آپ ﷺ کو اپنے سینہ سے لگا کر بھینچا اور کہا: ’پڑھیے! آپ ﷺ نے فرمایا: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں‘، تین بار اسی طرح ہوا، پھر ’اقرا باسم ربك‘ کی ابتدائی آیات آپ ﷺ پر نازل ہوئیں۔ اس طرح آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبوت کا تاج پہنایا گیا، اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک چالیس سال چھ ماہ تھی۔ قرآن مجید کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ رمضان المبارک میں پیش آیا، بعض اہل علم کی تحقیق کے مطابق 14 اگست 610ء کا واقعہ ہے۔

○ آپ ﷺ اس واقعہ سے گھبرا گئے، گھر آئے، حضرت خدیجہ سے ذکر فرمایا، حضرت خدیجہ نے تسلی دی، کہ آپ ﷺ صلہ رحمی کرتے ہیں، لوگوں کی مصیبتوں میں کام آتے ہیں، مہمانوں کی تواضع کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ضائع نہیں کر سکتے۔ مکہ میں توراہ و انجیل کے ایک بڑے عالم ورقہ بن نوفل تھے، یہ حضرت خدیجہ کے قریبی عزیز تھے اور انجیل کا سریانی عربی زبان میں ترجمہ کیا کرتے تھے۔ حضرت خدیجہ آپ ﷺ کو ان کے پاس لے گئیں اور ان سے پوری کیفیت سنائی،

حضرت ورقہ بن نوفل نے حالات سن کر اور خود سوالات کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ وہی فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر آیا تھا، ورقہ نے اطمینان دلایا اور کہا کہ کاش! میں اس وقت زندہ ہوتا جب آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی قوم نکال دے گی، آپ ﷺ کو اس پر حیرت ہوئی، ورقہ نے کہا کہ جس شخص کو بھی اس منصب سے نوازا گیا ہے، اس کے ساتھ ایسا ہی واقعہ پیش آیا ہے۔ اس کے بعد ابتداءً تین سال تک آپ خاموشی سے لوگوں کو دین کی طرف بلا تے رہے، پھر جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ آپ ﷺ اپنے قریبی رشتہ داروں کو دین حق کی طرف بلائیں، ”وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ“ (الشعراء: 214, 15) تو آپ ﷺ نے بنو ہاشم کو کھانے پر مدعو کیا اور ان کے سامنے دین حق کا پیغام رکھا، ابولہب نے سختی سے آپ ﷺ کی مخالفت کی اور تنہا حضرت علی ﷺ تھے، جنہوں نے کسنی کے باوجود تائید و تقویت کا اعلان کیا۔

○ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا حکم نازل ہوا ”فاصدع بما تؤمر وأعرض عن المشركين“ (حجر: 94) پھر تمام اہل مکہ کو دعوت دینے کے لئے آپ ایک صبح صفا کی پہاڑی پر چڑھے، اور مکہ کے قدیم دستور کے مطابق ندا لگائی، سارے لوگ جمع ہو گئے، آپ نے فرمایا: تم لوگوں نے مجھے سچا پایا یا جھوٹا؟ اور امانت دار پایا یا خائن؟ سبھوں نے کہا کہ آپ صادق و امین ہیں! پھر آپ نے مزید توثیق کے لئے فرمایا: اگر میں کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے دشمنوں کی فوج ہے جو حملہ کرنا چاہتی ہے، تو کیا تم اسے سچ مانو گے؟ لوگوں نے کہا: گو بظاہر یہ خبر غیر متوقع ہوگی، لیکن اگر آپ کہیں گے تو ہم قبول کریں گے۔ پھر آپ نے ان پر توحید و رسالت کو پیش فرمایا، ابو جہل اور ابولہب نے سنتے ہی مخالفت شروع کر دی، اور کسی شخص نے آپ ﷺ کی دعوت قبول نہیں کی۔

○ نبوت کے بعد آپ ﷺ نے مکہ میں تیرہ سال گزارے، آپ ﷺ کی دعوت پر عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ نے، مردوں میں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے، بچوں میں حضرت علیؓ نے اور غلاموں میں زید بن حارثہؓ نے لیکر کہا۔ ابتدائی دور میں جن لوگوں کو قبول اسلام کا شرف حاصل ہوا، ان کو سابقون اولون بھی کہا جاتا ہے، ان کے نام یہ ہیں:

حضرت بلال حبشی، حضرت خباب بن ارتؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت زبیر بن عوامؓ،
 حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت طلحہ بن عبداللہؓ،
 حضرت ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسدؓ، حضرت ابو عبیدہ عامر بن عبداللہ بن الجراحؓ،
 حضرت ارقمؓ، حضرت عثمان بن مظعونؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت سعید بن
 زیدؓ، حضرت فاطمہ بنت الخطابؓ، حضرت أم الفضل لبابۃ الکبریٰؓ (زوجہ حضرت عباسؓ)،
 حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیقؓ، حضرت یاسر بن عامرؓ، حضرت عمار بن یاسرؓ، حضرت سمیہ
 بنت مسلمؓ، حضرت عبیدہ بن حارثؓ، حضرت خالد بن سعید بن عاصؓ، حضرت نعیم بن
 عبداللہؓ، حضرت جعفر بن ابی طالبؓ، حضرت عبداللہ بن جحشؓ، حضرت سائب بن
 مظعونؓ، حضرت عبداللہ بن مظعونؓ، حضرت قدامہ بن مظعونؓ، حضرت سعد بن عثمان
 ؓ، حضرت مسعود بن ربیعہؓ، حضرت خنیس بن حزامہ سہمیؓ، حضرت عیاش بن ربیعہؓ

اور مکہ کے باہر کے لوگوں میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ۔

نبوت کے بعد تیرہ سالہ کی زندگی میں جو اہم واقعات پیش آئے، وہ اس طرح ہیں :

○ چونکہ اس دور میں کھلے طور پر اسلام کی دعوت نہیں دی جاسکتی تھی، اس لئے آپ نے اپنے جان نثار مسلمان حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کے محفوظ مکان دار ارقم کو اپنے کام کا مرکز بنایا جو صفا کی پہاڑی پر واقع تھا، یہیں سے دعوت و تبلیغ کا کام انجام دیتے اور جو لوگ مسلمان ہو جاتے ان کی تربیت فرماتے۔

○ سن 6 / نبوی میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا، ان دونوں کے مسلمان ہونے سے اسلام کو بہت قوت پہنچی۔

○ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوری قوت اور توجہ کے ساتھ دعوت کا کام کرتے رہے، جو صحابہ ایمان لاکچکے تھے، انہوں نے بھی اپنے دوستوں کو ایمان کی دعوت دی اور اس کی وجہ سے بہت سے لوگ مسلمان ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حج کے اجتماع اور عکاظ کے میلہ میں بھی دعوت پیش فرمائی، اس طرح پورے جزیرۃ العرب میں اسلام کی آواز پہنچ گئی۔

○ اہل مکہ نے مسلمانوں اور خاص کر اسلام قبول کرنے والے غلاموں کو بڑی تکلیفیں پہنچائیں، لیکن سب کے سب ایمان پر ثابت قدم رہے، جن غلاموں کو سخت اذیتیں پہنچائی گئیں ان میں حضرت بلال، حضرت خباب، حضرت زبیر، حضرت حمامہ، حضرت یاسر، حضرت سمیہ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہم خصوصیت سے قابل ذکر ہیں اور راہ حق میں جن کا پہلا خون ناحق بہایا گیا وہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا ہیں، جنہیں ابو جہل نے نہایت بے دردی سے شہید کر دیا۔ جو لوگ غلام نہیں تھے، ان کو بھی کچھ کم تکلیفیں نہیں دی گئیں، ان تکلیف اٹھانے والوں میں حضرت ابوبکر، حضرت عثمان، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہم خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

○ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائی گئیں، آپ کے مکان کے دونوں جانب ابولہب اور عقبہ بن ابی معیط کا مکان تھا، یہ دونوں پڑوسی آپ کے گھر میں گندگی اور کوڑا کرکٹ پھینک دیتے، آپ کی دونوں صاحبزادیاں حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہم نبوت سے پہلے ابولہب کے دو بیٹوں عقبہ اور عتبہ سے منسوب تھیں، ابولہب نے دباؤ ڈال کر یہ نسبتیں توڑ دیں، ابولہب کی بیوی ام جمیل بھی آپ کو ہمیشہ برا بھلا کہتی رہتی، آپ کی عداوت میں ابو جہل بن ہشام، عقبہ بن ابی معیط اور ابولہب خاص طور پر پیش پیش تھے۔

○ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دین سے روکنے کے لئے پیش کش کی گئی کہ اگر آپ رضی اللہ عنہ حکومت چاہتے ہیں تو اہل مکہ آپ رضی اللہ عنہ کو اپنا بادشاہ بنا لیں گے، دولت چاہتے ہیں تو سب لوگ مل کر دولت و ثروت اکٹھا کر دیں گے، اور کسی حسین لڑکی سے نکاح کے خواہش مند ہیں تو ان سے نکاح کر دیں گے، آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں قرآن کریم کی چند آیات پڑھیں اور انہیں دین کی حقیقت سمجھانے کی کوشش کی۔

○ جب وہ اس سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے محسن اور سب سے بڑے پشت پناہ حضرت ابوطالب سے کہا، کہ یا تو آپ

اپنے بھتیجے کو اس نئے دین کی دعوت سے روکیں یا پھر آپ بھی میدان میں آجائیں؟ حضرت ابوطالب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: بھتیجے! بوڑھے چچا پڑا تباہی بوجھ ڈالو جتنا وہ برداشت کر سکے، یہ سن کر آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے، آپ ﷺ نے سمجھا کہ شاید چچا کا سہارا بھی ختم ہونے والا ہے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ میں سورج اور ایک ہاتھ میں چاند رکھ دیں تب بھی میں اس دعوت سے باز نہیں آسکتا۔۔۔ آپ ﷺ کے اس عزم کو دیکھ کر ابوطالب نے کہا، تم جو کچھ کرتے ہو کرتے رہو، میرے جیتے جی کوئی تم کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

○ مکہ والوں کی اذیت رسائی کو دیکھتے ہوئے نبوت کے پانچویں سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہجرت حبشہ کی اجازت دیدی، چنانچہ رجب 5 / نبوی، مطابق 614ء میں 11 مرد اور 6 عورتیں شعبیہ کی بندرگاہ سے حبش کے لئے روانہ ہوئے، ان کے نام اور ان کے قبائل کے نام اس طرح ہیں :

- 1- حضرت عثمان بن عفان ﷺ (بنی امیہ)
- 2- حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ ﷺ (بنی عبد شمس)
- 3- حضرت ابوسلمہ بن عبد الاسد ﷺ (بنی مخزوم)
- 4- حضرت عامر بن ربیعہ ﷺ (بنی عدی کے حلیف)
- 5- حضرت ابوسبرہ بن ابی رہم عامر ﷺ (بنی عامر)
- 6- حضرت زبیر بن العوام ﷺ (بنی اسد)
- 7- حضرت عبد الرحمن بن عوف ﷺ (بنی زہرہ)
- 8- حضرت عثمان بن مظعون ﷺ (بنی نجیح)
- 9- حضرت ابو حاطب بن عمرو ﷺ (بنی نجیح)
- 10- حضرت مصعب بن عمیر ﷺ (بنی عبدالدار)
- 11- حضرت سہیل بن بیضاء ﷺ (بنی حارث)
- 12- حضرت رقیہ زوجہ حضرت عثمان ﷺ (بنی ہاشم)
- 13- حضرت سہلہ زوجہ حضرت ابو حذیفہ ﷺ (بنی عامر)
- 14- حضرت ام سلمہ زوجہ حضرت ابوسلمہ ﷺ (بنی مخزوم)
- 15- حضرت لیلیٰ زوجہ حضرت عامر ﷺ (بنی عدی)

○ مہاجرین حبشہ کو کسی طرح یہ غلط خبر پہنچی کہ مکہ کے لوگ مسلمان ہو چکے ہیں، چنانچہ کچھ لوگ واپس آگئے، لیکن مکہ میں تو مسلمانوں کے خلاف جو دستم اپنے شباب پر پہنچ چکا تھا، اس لئے نبوت کے چھٹے سال کے اوائل میں دوبارہ مسلمانوں کا وفد حبشہ کی طرف ہجرت کر گیا، اس طرح حبشہ میں تراسی مرد اور اٹھارہ عورتیں جمع ہو گئے، انھیں جانے والوں میں حضرت علی ﷺ

کے بھائی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اہل مکہ نے پہلے تو ہجرت کرنے والوں کا تعاقب اور روکنے کی کوشش کی، لیکن جب اس میں کامیابی نہ ہو سکی تو حبشہ کو تحائف لے کر اپنا نمائندہ بھیجا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے ساتھ شاہ حبش کے نام ایک خصوصی مکتوب روانہ فرمایا تھا جس میں مہاجرین کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین کی گئی تھی، اہل مکہ کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف جو نمائندے گئے تھے، وہ تھے عمرو بن العاص اور عبد اللہ بن ربیعہ۔ ان نمائندوں نے پہلے تو شاہ حبش اصمہ نجاشی کو تحفہ پیش کیا اور دوسرے مذہبی پیشواؤں کو تحائف دے کر ہموار کیا، پھر بادشاہ کے سامنے اپنی درخواست پیش کی کہ یہ ہمارے بھاگے ہوئے غلام ہیں، انھیں واپس کر دیا جائے، بادشاہ نے مسلمانوں سے صفائی طلب کی۔ مسلمانوں نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو اپنا ترجمان بنایا، انھوں نے نہایت برجستہ، مؤثر اور حقیقت پسندانہ خطاب کیا اور سورہ مریم کا ابتدائی حصہ سنایا، بادشاہ ان کے خطاب سے بہت متاثر ہوا اور مسلمانوں کو اپنے ملک میں امان دے دی۔

قریش کے نمائندوں کو یہ بات بہت گراں گذری، چنانچہ دوسرے دن انھوں نے ایک نیا نکتہ اٹھایا کہ مسلمان لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ایسی بات کہتے ہیں جو آپ کے لئے بالکل قابل قبول نہیں، مسلمانوں کو دوبارہ طلب کیا گیا، یہ بڑا نازک موقع تھا، تمام مسلمانوں نے طے کیا کہ اسلام کا جو عقیدہ ہے اس کو بے کم و کاست پیش کیا جائے، چنانچہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”ہمارا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، وہ اس کی طرف سے ایک روح اور کلمہ ہیں، جسے اللہ نے کنواری مریم پر القاء کیا تھا“۔ نجاشی نے کہا کہ تم نے جو کہا وہی حضرت عیسیٰ کے بارے میں صحیح عقیدہ ہے۔

○ حبشہ میں اہل مکہ کی مہم ناکام ہونے کے بعد قریش کا ایک اور وفد حضرت ابوطالب کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک خوبصورت قریشی نوجوان عمارہ بن ولید بن مغیرہ کو ساتھ لایا اور پیش کیا کہ اس خوبصورت نوجوان کو قبول کر لیں اور اس کے بدلہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے حوالہ کر دیں، حضرت ابوطالب نے اس کو قبول نہیں کیا اور فرمایا: یہ بات تو خوب رہی کہ میں تمہارے بچے کی پرورش کروں اور اپنے لڑکے کو قتل کے لئے حوالہ کر دوں، --- اس طرح آپ نے اس نامعقول پیش کش کو نامنظور فرما دیا۔

○ نبوت کے ساتویں سال کا ایک اہم ترین واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابوطالب کی طرف سے حضور صلی اللہ کی پشت پناہی کے پس منظر میں بنو ہاشم، بنو مطلب اور بنو عبد مناف کا بائیکاٹ کر دیا گیا، اس بائیکاٹ میں جو دفعات لکھی گئیں وہ یہ تھیں: ”ان لوگوں سے کوئی خرید و فروخت نہ کی جائے، انھیں لڑکیاں دی جائیں اور نہ ان سے لڑکیاں لی جائیں، ان سے گفتگو نہ کی جائے، کوئی حمایتی خوراک پہنچائے تو پہنچنے نہ دیا جائے، اور انھیں گلیوں اور بازاروں میں گھومنے پھرنے نہ دیا جائے، یہ بائیکاٹ اس وقت تک رکھا جائے جب تک بنو ہاشم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حوالہ نہ کر دیں۔ نیز انھیں واجب التعمیل بنانے کے لئے بیت اللہ کی چھت سے لٹکا دیا گیا۔ یکم محرم سن 7 نبوی میں یہ معاہدہ لکھا گیا، حضرت ابوطالب بنو ہاشم اور بنو مطلب کو ساتھ لے کر شعب ابی طالب نامی گھاٹی میں مقیم ہو گئے، بنو ہاشم میں ابولہب حضرت ابوطالب کے ساتھ نہیں آیا اور وہ دشمنان رسول کے ہی خیمہ میں رہا، نبوت کے نویں سال کے اختتام پر یہ بائیکاٹ ختم ہوا، اس بائیکاٹ کو ختم کرنے میں ہشام بن عمرو بن حارث، زبیر بن ابی امیہ، مطعم بن عدی بن نوفل، ابوالنجری بن ہشام اور زمعہ بن اسود پیش پیش تھے، جب ان سرداران

کے بھائی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اہل مکہ نے پہلے تو ہجرت کرنے والوں کا تعاقب اور روکنے کی کوشش کی، لیکن جب اس میں کامیابی نہ ہو سکی تو حبشہ کو تحائف لے کر اپنا نمائندہ بھیجا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے ساتھ شاہ حبش کے نام ایک خصوصی مکتوب روانہ فرمایا تھا جس میں مہاجرین کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین کی گئی تھی، اہل مکہ کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف جو نمائندے گئے تھے، وہ تھے عمرو بن العاص اور عبد اللہ بن ربیعہ۔ ان نمائندوں نے پہلے تو شاہ حبش اصحمہ نجاشی کو تحفہ پیش کیا اور دوسرے مذہبی پیشواؤں کو تحائف دے کر ہموار کیا، پھر بادشاہ کے سامنے اپنی درخواست پیش کی کہ یہ ہمارے بھائے غلام ہیں، انھیں واپس کر دیا جائے، بادشاہ نے مسلمانوں سے صفائی طلب کی۔ مسلمانوں نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو اپنا ترجمان بنایا، انھوں نے نہایت برجستہ، مؤثر اور حقیقت پسندانہ خطاب کیا اور سورہ مریم کا ابتدائی حصہ سنایا، بادشاہ ان کے خطاب سے بہت متاثر ہوا اور مسلمانوں کو اپنے ملک میں امان دے دی۔

قریش کے نمائندوں کو یہ بات بہت گراں گذری، چنانچہ دوسرے دن انھوں نے ایک نیا کتہ اٹھایا کہ مسلمان لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ایسی بات کہتے ہیں جو آپ کے لئے بالکل قابل قبول نہیں، مسلمانوں کو دوبارہ طلب کیا گیا، یہ بڑا نازک موقع تھا، تمام مسلمانوں نے طے کیا کہ اسلام کا جو عقیدہ ہے اس کو بے کم و کاست پیش کیا جائے، چنانچہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”ہمارا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، وہ اس کی طرف سے ایک روح اور کلمہ ہیں، جسے اللہ نے کنواری مریم پر القاء کیا تھا“۔ نجاشی نے کہا کہ تم نے جو کہا وہی حضرت عیسیٰ کے بارے میں صحیح عقیدہ ہے۔

○ حبشہ میں اہل مکہ کی مہم ناکام ہونے کے بعد قریش کا ایک اور وفد حضرت ابوطالب کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک خوبصورت قریشی نوجوان عمارہ بن ولید بن مغیرہ کو ساتھ لایا اور پیش کیا کہ اس خوبصورت نوجوان کو قبول کر لیں اور اس کے بدلہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے حوالہ کر دیں، حضرت ابوطالب نے اس کو قبول نہیں کیا اور فرمایا: یہ بات تو خوب رہی کہ میں تمہارے بچے کی پرورش کروں اور اپنے لڑکے کو قتل کے لئے حوالہ کر دوں، --- اس طرح آپ نے اس نامعقول پیش کش کو نامنظور فرما دیا۔

○ نبوت کے ساتویں سال کا ایک اہم ترین واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابوطالب کی طرف سے حضور صلی اللہ کی پشت پناہی کے پس منظر میں بنو ہاشم، بنو مطلب اور بنو عبد مناف کا بائیکاٹ کر دیا گیا، اس بائیکاٹ میں جو دفعات لکھی گئیں وہ یہ تھیں: ”ان لوگوں سے کوئی خرید و فروخت نہ کی جائے، انھیں لڑکیاں دی جائیں اور نہ ان سے لڑکیاں لی جائیں، ان سے گفتگو نہ کی جائے، کوئی حمایتی خوراک پہنچائے تو پہنچنے نہ دیا جائے، اور انھیں گلیوں اور بازاروں میں گھومنے پھرنے نہ دیا جائے، یہ بائیکاٹ اس وقت تک رکھا جائے جب تک بنو ہاشم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حوالہ نہ کر دیں۔ نیز انھیں واجب التعمیل بنانے کے لئے بیت اللہ کی چھت سے لٹکا دیا گیا۔ یکم محرم سن 7 نبوی میں یہ معاہدہ لکھا گیا، حضرت ابوطالب بنو ہاشم اور بنو مطلب کو ساتھ لے کر شعب ابی طالب نامی گھاٹی میں مقیم ہو گئے، بنو ہاشم میں ابولہب حضرت ابوطالب کے ساتھ نہیں آیا اور وہ دشمنان رسول کے ہی خیمہ میں رہا، نبوت کے نویں سال کے اختتام پر یہ بائیکاٹ ختم ہوا، اس بائیکاٹ کو ختم کرنے میں ہشام بن عمرو بن حارث، زبیر بن ابی امیہ، مطعم بن عدی بن نوفل، ابوالنختری بن ہشام اور زمعہ بن اسود پیش پیش تھے، جب ان سرداران

نے معاہدہ نامہ پھاڑنے کے لئے نکالا تو پورا معاہدہ نامہ دیکھ خورده تھا، صرف اللہ تعالیٰ کا مبارک نام محفوظ تھا۔

○ نبوت کے 10 ویں سال آپ ﷺ کے ساتھ دو بڑے حادثات پیش آئے، ایک 11 رمضان 10 نبوی میں آپ ﷺ کی نمکسار رقیق حیات ام المومنین حضرت خدیجہ کا انتقال ہو گیا، دوسرے آپ ﷺ کے چچا حضرت ابوطالب بھی داغ فراق دے گئے۔ اہل مکہ کی ایذا رسانیوں کے مقابلہ میں ظاہری طور پر آپ ﷺ کو سہارا دینے والے اور دلداری کرنے والے یہی دونوں تھے، اس لئے اس واقعہ سے آپ ﷺ کو بڑا صدمہ ہوا اور آپ ﷺ نے اس سال کو عام الحزن (غموں کا سال) قرار دیا۔

○ سن 10 نبوی ہی میں آپ ﷺ نے اہل مکہ کی بے رخی دیکھتے ہوئے طائف کا سفر فرمایا، کہ شاید وہاں کے لوگ اسلام قبول کر لیں، لیکن اہل طائف کا سلوک اہل مکہ سے بھی بدتر ثابت ہوا، انہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ بہت بدسلوکی کا معاملہ کیا، اس طرح آپ ﷺ پر پتھر برسائے کہ جسم لہو لہان ہو گیا، اور نعلین مبارک میں خون کی تہیں جم گئیں۔ اس سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، یہ سفر 27 شوال 10 نبوی میں ہوا تھا۔

○ رجب سن 10 نبوی میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو معراج سے سرفراز فرمایا، حضرت جبریل علیہ السلام آپ ﷺ کو اپنے ساتھ لے کر مکہ سے بیت المقدس گئے، بیت المقدس میں آپ ﷺ نے انبیاء کی امامت فرمائی، پھر وہاں سے آپ ﷺ کو آسمان پر لے گئے، ساتوں آسمان کی سیر کرائی، حضرت آدم علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت ادریس علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام وغیرہ سے ملاقاتیں ہوئیں اور جنت و دوزخ کے بھی مناظر دکھائے گئے۔ اسی موقع سے آپ ﷺ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں، جو بار بار کی درخواست پر پانچ باقی رہ گئیں، اسی موقع پر سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر انشاء فرمائیں، ابو جہل اور اہل مکہ نے اس واقعہ پر خوب استہزاء کیا اور حضرت ابو بکر صدیق نے خوب خوب تصدیق فرمائی، اور اس طرح ”صدیق“ قرار پائے۔

○ حج کے موقع سے عرب کے کونے کونے سے لوگ مکہ منی پہنچتے تھے اور آپ ہمیشہ ان کو دعوت حق پیش فرماتے تھے، اکثر قبیلوں کا جواب انکار کا ہوتا تھا۔ سن 10 نبوی کے حج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات مدینہ کے وفد سے ہوئی، آپ ﷺ نے ان پر دعوت اسلام پیش کی، اور چار مردوں اور دو عورتوں نے اسلام قبول کیا۔ آئندہ سال حج کے موقع سے دوبارہ اہل مدینہ سے ملاقات ہوئی، یہ بارہ آدمی تھے، جن میں سے پانچ گذشتہ سال کے اہل ایمان تھے، اور سن 13 نبوی میں 73 مرد اور 2 عورتیں مسلمان ہوئے۔ آپ ﷺ نے ان مسلمانوں کے لئے بارہ نقباء (سردار) بھی منتخب فرمائے، جن میں 9 کا تعلق بنو خزرج سے تھا اور 3 کا بنی اوس سے۔ اس موقع سے اہل مدینہ سے یہ بات طے پا گئی کہ مسلمان اگر ہجرت کر کے مدینہ جائیں گے تو مدینہ کے لوگ پناہ دیں گے، پھر جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ملی تو آپ ﷺ نے مسلمانوں کو ہجرت کرنے کا حکم دیا، آہستہ آہستہ لوگ مدینہ منتقل ہونے لگے، یہاں تک کہ صرف چند مسلمان مکہ میں باقی رہ گئے، آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم کے انتظار میں تھے، بالآخر آپ ﷺ کو بھی ہجرت کا حکم ملا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رفاقت طے پائی، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دو اونٹنیاں خاص اسی مقصد کے لئے خرید رکھی تھیں اور مدینہ کا راستہ بتانے کے لئے ایک رہنما بھی طے کر لیا تھا، ایسے راستہ بتانے والے کو ”دلیل“ کہا جاتا تھا۔

○ ادھر جب اہل مکہ نے دیکھا کہ مسلمان مدینہ میں جمع ہو گئے ہیں اور انھیں خیال ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی چلے جائیں گے تو انھوں نے دار الندوہ میں مشورہ کیا اور مشورہ میں یہ بات طے پائی کہ ہر قبیلہ سے ایک ایک نوجوان تلواریں لے کر آپ ﷺ کے دولت خانہ کا محاصرہ کر لے، اور سب لوگ مل کر یکبارگی آپ ﷺ پر اس وقت حملہ کریں جب آپ ﷺ صبح کو باہر آئیں۔ تمام قبائل کی شرکت کی وجہ سے بنو ہاشم سمجھوں سے بدلہ نہیں لے سکیں گے۔ اسی رائے پر اتفاق ہوا، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس کی خبر دے دی، آپ ﷺ نے لوگوں کی امانتیں حضرت علیؓ کے حوالہ کیں، اپنے بستر پر ان کو سلا دیا اور ایک مشت خاک پھینکتے ہوئے گھر سے باہر نکل آئے، دشمنوں کو کوئی خبر بھی نہ ہو سکی۔ آپ ﷺ سیدھے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے گھر آئے اور 27 صفر 13 نبوی بروز جمعرات ان کو ساتھ لے کر کوہ ثور کے اونچے غار کی پناہ لی، تین دنوں وہیں مقیم رہے۔ پھر یکم ربیع الاول 13 نبوی بروز اتوار شب کو مدینہ کی طرف نکلے، یہ قافلہ چار آدمیوں سے تھا۔ آپ ﷺ، حضرت ابو بکرؓ، حضرت ابو بکر کے غلام اور راستہ بتانے والا شخص عبداللہ بن اریقظ۔۔۔۔۔ پر مشتمل تھا۔ 8 ربیع الاول 13 نبوی مطابق 20 ستمبر 622ء پیر کے روز قباء پہنچے، قباء میں آپ ﷺ کا قیام چودہ دنوں تک رہا اور یہیں آپ ﷺ نے مسجد قباء کی بنیاد رکھی۔ قباء میں انصار کے قبائل نے آپ ﷺ کا نہایت گرم جوش استقبال کیا، آپ ﷺ نے جمعہ کے دن یہیں نماز جمعہ ادا فرمائی، یہ اسلامی تاریخ کا پہلا جمعہ تھا، پھر اسی دن قباء سے مدینہ تشریف لائے، مدینہ میں انصار نے بڑی ہی محبت کے ساتھ آپ ﷺ کا گرم جوش خیر مقدم کیا۔ ہر شخص چاہتا تھا کہ آپ ﷺ کا قیام اس کے گھر پر ہو، آخر آپ ﷺ کی اونٹنی حضرت ابویوب انصاریؓ کے مکان پر رکی اور آپ انھیں کے مہمان ہوئے۔ اس طرح اسلام کی تاریخ میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔

8.6 مدنی زندگی

○ مدینہ آنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر دو اہم کام تھے، ایک مسلمانوں کی تربیت، دوسرے پورے جزیرہ العرب اور اس سے باہر اسلام کی دعوت پہنچانا، اس مقصد کے لئے آپ ﷺ نے مدینہ میں امن و امان اور بھائی چارہ کا ماحول پیدا کرنے کی کوشش فرمائی اور اس سلسلہ میں دو اہم قدم اٹھائے۔ ایک تو مسلمان، یہودیوں اور مدینہ کے دوسرے غیر مسلموں کے درمیان ایک تحریری معاہدہ کرایا اور اس پر تمام قبائل کے نمائندوں کے دستخط لئے، اس معاہدہ کا حاصل یہ تھا کہ ہم سب باہم امن کے ساتھ رہیں گے، اپنے اپنے مذہب پر عمل کرتے ہوئے دوسرے کے معاملہ میں دخل دینے سے گریز کریں گے، اور اگر کوئی دشمن مدینہ پر حملہ آور ہو تو ہم سب مل کر مدافعت کریں گے، یہ معاہدہ ہجرت کے پانچویں ماہ ہوا۔

دوسرے آپ ﷺ نے مکہ سے آنے والے مہاجرین اور مدینہ کے رہنے والے انصار کے درمیان 'مواخات' یعنی بھائی چارہ قائم فرمایا، اس طرح کہ ایک انصاری اور ایک مہاجر کو بھائی بھائی بنا دیا گیا اور ان کے تمام تعلقات بھائی بھائی کی طرح رکھے گئے۔ اس سے جہاں بے سہارا مہاجرین کے لئے ٹھکانہ کا نظم ہوا، وہیں محبت و اخوت کا ماحول پیدا ہو گیا۔ مدینہ میں آپ ﷺ نے آنے کے بعد ہی مسجد کی فکر کی اور دو یتیم بچے سہل اور حضرت سہیل کی زمین خرید کر (جس کی قیمت دس

دینار طے ہوئی) خود اپنے رفقاء کے ساتھ مسجد کی تعمیر فرمائی، اس مسجد کا طول و عرض مشہور محدث امام زہریؒ کے بقول تقریباً سو سو ہاتھ تھا اور سطح زمین سے مسجد کی اونچائی اٹھارہ انچ رکھی گئی تھی۔

○ مدینہ میں مسلمانوں کا اس طرح سکون سے رہنا اور اپنے دین کی تبلیغ کرنا اہل مکہ کو گوارا نہ ہوا، اس لئے انھوں نے مسلمانوں کے خلاف جنگی مہمات شروع کر دیں، چنانچہ بارہ صفر سن دو ہجری میں مسلمانوں کو جہاد اور ظالموں کے خلاف تلوار اٹھانے اور اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے مسلح جدوجہد کی اجازت ملی اور جہاد کے سلسلہ کی اجازت میں آیت نازل ہوئی، یہ آیت سورہ حج کی آیت نمبر: 39 ہے۔ بعض روایات میں پہلی آیت جہاد کی حیثیت سے سورہ بقرہ کی آیت نمبر: 190 کا ذکر آیا ہے، مشرکین مکہ کی طرف سے مسلمانوں پر پہلا باضابطہ حملہ رمضان 2ھ میں ہوا، مسلمانوں کو اطلاع ہوئی، وہ بھی آگے بڑھے اور مدینہ سے 80 میل فاصلہ پر بدر کے میدان میں دونوں فوجوں کا آمناسا منا ہوا، مشرکین مکہ کی تعداد ایک ہزار تھی اور مسلمانوں کی تعداد 313 تھی، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح سے ہمکنار کیا، 14 مسلمان شہید ہوئے، 70 مشرکین مکہ مارے گئے اور 70 قید کئے گئے، آپ ﷺ نے ان قیدیوں کے ساتھ بہت ہی حسن سلوک فرمایا، ان میں جو بڑھنا لکھنا جانتے تھے، ان کے لئے دس مسلمان بچوں کو پڑھانا لکھنا فدیہ قرار دیا گیا اور بقیہ قیدیوں سے مالی فدیہ وصول کیا گیا، نیز انھیں بہت اعزاز و اکرام کے ساتھ نئے کپڑے پہنا کر رخصت کیا گیا۔

○ مدنی زندگی کے ابتدائی واقعات میں ایک یہ ہے کہ مدینہ سے مکہ اور بیت المقدس دو مخالف سمتوں میں واقع تھے، اس لئے نماز میں کسی ایک ہی طرف رخ کیا جاسکتا تھا، چنانچہ ابتداءً آپ ﷺ نے بیت المقدس کو قبلہ بنایا، پھر سولہ مہینوں کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے کعبہ اللہ قبلہ نماز متعین ہوا، اسی سال غزوہ بدر کے بعد حضرت فاطمہ الزہراءؑ کا نکاح سیدنا حضرت علیؑ سے ہوا، یہ واقعہ ذی الحجہ، محرم یا صفر کا ہے۔

○ بدر سے فارغ ہو کر آئے ہی تھے کہ آپ کو یہودیوں کے ایک قبیلہ بنی قینقاع کی بدعہدی کا سامنا کرنا پڑا، آپ ﷺ جنگ سے بچنا چاہ رہے تھے، لیکن ان کے معاندانہ رویے سے مجبوراً جنگ کی نوبت آئی اور بنی قینقاع نے ہتھیار ڈال دیا، پھر انھیں جلا وطن کر دیا گیا۔

○ بدر کی شکست فاش نے اہل مکہ کو جذبہ انتقام سے لبریز کر دیا، اور آئندہ سال پھر اہل مکہ زیادہ تیاریوں کے ساتھ مدینہ پر حملہ آور ہوئے، مسلمانوں نے مدینہ سے باہر نکل کر احد کے دامن میں دشمنوں سے مقابلہ کیا، اس جنگ میں مشرکین مکہ کی تعداد تین ہزار تھی اور مسلمان سات سو کے قریب تھے، ابتداءً میں مسلمان غالب تھے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فوجی دستہ جہاں مقرر کیا تھا اور اس پر چمے رہنے کی ہدایت کی تھی، مسلمانوں کو غالب آتے ہوئے دیکھ کر وہ وہاں سے ہٹ گیا، اور حضرت خالد بن ولیدؓ نے۔۔۔۔۔ جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔۔۔۔۔ اس سمت سے حملہ کر دیا، اس طرح مسلمانوں کی فوج دونوں طرف سے گھر گئی، 70 صحابہؓ شہید ہوئے، آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ بھی ان شہیدوں میں تھے، ان کی نعش مبارک کا دشمنوں نے مثلہ بھی کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک بھی شہید ہوئے، اور آپ ﷺ خون سے لہولہاں ہو گئے، بلکہ آپ ﷺ کی شہادت کی خبر مشہور ہو گئی، یہ معرکہ شوال تین ہجری میں ہوا، تاریخ

میں اختلاف ہے، لیکن زیادہ تر لوگوں کی رائے ہے کہ یہ سات شوال ہفتہ کا دن تھا اور سٹسی لحاظ سے 3 مارچ 625ء کی تاریخ تھی۔

○ ہجرت کے چوتھے سال دو اہم واقعات پیش آئے، ایک یہ کہ نجد کے قبیلہ کلاب کا سردار ابو براء عامر بن مالک مدینہ حاضر ہوا اور حضور ﷺ سے خواہش کی کہ آپ اپنے رفقاء کی ایک جماعت میرے ساتھ بھیجیں، اُمید ہے کہ نجد میں بسنے والے قبائل مسلمان ہو جائیں، آپ ﷺ نے اہل صفہ میں سے ستر قرآن یعنی قرآن مجید کے عالموں کو ان کے ساتھ روانہ کر دیا اور حضرت منذر بن عمرو کو ان کا امیر بنایا، لیکن قبیلہ کے لوگوں نے بد عہدی کی اور یہ ستر صحابہ شہید کر دیئے گئے، یہ واقعہ چوں کہ بزمعہ کے پاس صفر سن چار ہجری میں پیش آیا، اس لئے یہ اسی نام سے مشہور ہے۔ آپ ﷺ نے اس واقعہ کے بعد چالیس دن تک نماز فجر میں ان کے خلاف قنوت نازلہ پڑھی، آخر یہ پوری بستی طاعون کی وباء میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو گئی۔

○ یہودیوں کا ایک اہم قبیلہ بنو نضیر تھا، جو مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ میں شامل تھا، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی ایک گھناؤنی سازش رچی جو کھل گئی اور کامیاب نہ ہو سکی، بالآخر مسلمانوں کو اس کے سوا چارہ نہیں رہا کہ کم سے کم انھیں شہر بدر کر دیا جائے تاکہ مسلمان اندرون خانہ کی سازش سے محفوظ رہیں۔ یہ واقعہ ربیع الاول سن چار ہجری مطابق اگست 625ء میں پیش آیا۔

○ پھر ہجرت کے پانچویں سال اہل مکہ نے بنو غطفان اور بعض دوسرے قبائل کو ساتھ لے کر دس ہزار کے لشکر جرار کے ساتھ مدینہ کی چھوٹی سی بستی پر حملہ کر دیا، یہودی قبائل جو مسلسل مسلمانوں کے ساتھ خفیہ طور پر غداری کر رہے تھے، اور ان کو نقصان پہنچانے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھتے تھے، وہ بھی اس مشکل وقت میں اہل مکہ کے ساتھ ہو گئے، یہ مسلمانوں کے لئے بڑا نازک وقت تھا، چنانچہ حضرت سلمان فارسی ﷺ کے مشورہ پر کوہ سلع کے دامن میں طویل خندق کھدوائی گئی، اس خندق کی لمبائی پانچ ہزار گز اور چوڑائی نو گز تھی، مسلمانوں کے سامنے خندق تھی اور پیچھے پہاڑ تھے۔ بیس روز تک اہل مکہ کی طرف سے محاصرہ جاری رہا، بالآخر اللہ کی مدد شامل حال ہوئی، ایسا طوفان آیا کہ ان کے خیمے اکھڑ گئے اور آپس میں اختلاف بھی پیدا ہو گیا، بالآخر ناکام و نامراد دشمنوں کی فوج واپس ہوئی، اس جنگ میں مشرکین کی فوج دس ہزار سے بھی زیادہ تھی، اہل ایمان کی کل تعداد تین ہزار تھی۔ آٹھ مشرکین مارے گئے اور چھ مسلمان شہید ہوئے۔ مسلمانوں کا محاصرہ تقریباً ایک ماہ تک جاری رہا، مشہور قول کے مطابق شوال 5 ہجری میں غزوہ خندق ہوئی۔

○ یہودی اس بد عہدی کی وجہ سے جس سے مسلمان بار بار دوچار ہو چکے تھے، اور اس بار تو بد عہدی انتہا کو پہنچ گئی تھی، مسلمانوں نے جوانی کا رروائی کی اور یہودیوں کے قبیلہ بنو قریظہ کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور پھر یہودیوں کی حکم بنائی ہوئی شخصیت حضرت سعد بن معاذ ﷺ کے فیصلہ پر یہ جنگ ختم ہوئی، اس میں چار سو سے زیادہ یہودی مارے گئے۔

○ ہجرت کے چھٹے سال آپ ﷺ نے عمرہ کے لئے چودہ سو مسلمانوں کے ساتھ مکہ کا رخ کیا، مکہ میں قدیم روایت کے مطابق عمرہ سے کسی کو روکا نہیں جاتا تھا، اس لئے مسلمان احرام باندھ کر مدینہ سے نکلے، تاکہ غلط فہمی پیدا نہ ہو، پھر بھی اہل مکہ کی طرف سے رکاوٹ پیدا کر دی گئی، آپ ﷺ چوں کہ امن چاہتے تھے، اس لئے آپ ﷺ نے اہل مکہ کی شرطوں پر معاہدہ

کر لیا، شرطیں یہ تھیں:

(1) مسلمان اس سال واپس چلے جائیں۔

(2) آئندہ سال صرف تین دنوں کے لئے آئیں اور عمرہ کر لیں، اس موقع پر ان کے پاس تلوار کے علاوہ کوئی اور ہتھیار نہ ہو۔

(3) مکہ سے کوئی شخص مسلمان ہو کر مدینہ جائے تو اسے واپس کر دیں، اور مدینہ سے کوئی شخص مرتد ہو کر مکہ آئے تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔

(4) دس سال کے لئے دونوں فریقوں کے درمیان ناجنگ معاہدہ رہے گا، اور ایک دوسرے پر حملہ کرنے سے گریز کریں گے، نیز جو قبیلہ جس کا حلیف ہو وہ اس معاہدہ میں شریک سمجھا جائے گا۔

چنانچہ بنو بکر اہل مکہ کے حلیف ہوئے اور بنو خزاعہ مسلمانوں کے۔ چونکہ یہ صلح حدیبیہ نامی مقام پر ہوئی تھی، اس لئے اس کو ”صلح حدیبیہ“ کہا جاتا ہے۔ حدیبیہ میں آپ ﷺ نے اپنے صحابہ ﷺ کے ساتھ انیس دن قیام فرمایا، اس صلح کو قرآن مجید میں ”فتح مبین“ سے تعبیر کیا گیا، (سورہ فتح: 1) کیوں کہ اس صلح نے اہل مکہ اور عرب کے دوسرے قبائل میں دعوت اسلام کا راستہ کھول دیا، یہی وجہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع سے آپ ﷺ کے ساتھ چودہ سو صحابہ ﷺ تھے اور صرف دو سال بعد فتح مکہ کے موقع سے دس ہزار صحابہ ﷺ آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔

○ صلح حدیبیہ کے بعد آپ ﷺ نے بادشاہوں اور مختلف قبائل کے سرداروں کے نام دعوت اسلام کے خطوط بھیجے، یہ خطوط نہ صرف عرب کے قرب و جوار کے حکمرانوں قیصر و کسریٰ، نجاشی وغیرہ تک پہنچے بلکہ شاہ چین تک بھی آپ نے مکتوب دعوت بھیجا، اور ان کوششوں سے جزیرۃ العرب کے بہت سے قبائل نے اسلام قبول کیا، خود جش کے بادشاہ نجاشی بھی مشرف بہ اسلام ہوئے۔

○ اس سلسلہ میں چھ خطوط کا عام طور پر سیرت کی کتابوں میں ذکر آیا ہے:

- (1) اصمہ نجاشی (شاہ جش) سفیر: حضرت عمرو بن امیہ ضمری ﷺ
- (2) ہرقل (قیصر روم) سفیر: حضرت دجیہ بن خلیفہ کلبی ﷺ
- (3) خسرو پرویز (کسریٰ عجم) سفیر: حضرت عبداللہ بن حذافہ ﷺ
- (4) جرتح بن متی مقوقس (عزیز مصر) سفیر: حضرت حاطب بن بلتعہ ﷺ
- (5) حارث بن ابی شمر غسانی (شاہ دمشق) سفیر: حضرت شجاع بن وہب اسدی ﷺ
- (6) ہوزہ بن علی حنفی (والی یمامہ) سفیر: حضرت سلیط بن عمرو عامری ﷺ

یہ خطوط آپ ﷺ نے سن چھ اور سات ہجری میں روانہ کئے۔

○ مدینہ منورہ سے تقریباً چھیانوے میل کے فاصلے پر خیبر واقع تھا، اس شہر میں بہت سے قلعے زمانہ قدیم سے بنے ہوئے تھے،

جس میں یہودیوں کے مختلف خاندان آباد تھے، جو یہودی مدینہ سے جلاوطن کئے گئے ان میں سے بھی بہت سارے لوگ یہیں آکر مقیم ہو گئے، انھوں نے مدینہ کے شمال مشرق میں واقع مشہور جنگجو قبیلہ بنو غطفان کے ساتھ مل کر مدینہ پر حملہ کا ارادہ کیا۔ آپ ﷺ کو اس کی اطلاع ملی تو دوبار آپ ﷺ نے صورت حال کی تحقیق کے لئے نمائندے بھیجے، معلوم ہوا کہ خیبر کے یہودی بنو غطفان اور دوسرے قبائل کے ساتھ مل کر بڑے حملہ کی تیاری کر رہے ہیں، چنانچہ حدیبیہ سے واپسی پر محرم سن سات ہجری میں آپ ﷺ نے چودہ سو صحابہ ﷺ کے ساتھ خیبر کی طرف کوچ کیا، یہودی قلعہ بند ہو گئے، چنانچہ ایک ماہ ان کا محاصرہ جاری رہا، اس جنگ میں ترانوے یہودی ہلاک ہوئے اور پندرہ مسلمانوں کی شہادت ہوئی، آخر اس بات پر صلح ہوئی کہ خیبر یہودیوں کے قبضے میں چھوڑ دیا جائے گا اور وہ بطور خراج خیبر کی پیداوار کا نصف حصہ مدینہ کو ادا کیا کریں گے۔

○ حدیبیہ میں طے پائے معاہدے کے مطابق ذوقعدہ سن سات ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو ہزار صحابہ ﷺ کے ساتھ عمرہ کے لئے روانہ ہوئے اور معاہدہ کی پوری پوری پاسداری کرتے ہوئے تین شب و روز کے بعد واپس ہوئے، اسی موقع سے حضرت ام المؤمنین حضرت میمونہ بنت حارث سے آپ ﷺ کا نکاح ہوا۔

○ ہجرت کے آٹھویں سال ایک اہم واقعہ غزوہ موتہ کا پیش آیا، آپ ﷺ کے سفیر حضرت حارث بن عمیر از دی روم کے سرحدی علاقہ 'بلقاء' سے گذر رہے تھے کہ قیصر روم کے گورنر شرجیل عمر وغسانی نے انھیں گرفتار کر کے شہید کر دیا۔ یہ بات واضح طور پر سفارتی آداب کے خلاف تھی، اس لئے آپ نے مسلمانوں کو شام کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا، بادشاہ روم ہرقل نے ایک لاکھ کی فوج مقابلہ کے لئے بھیجی، ان کے علاوہ مختلف عرب قبائل کے مزید ایک لاکھ جنگ جوان کے ساتھ ہو گئے، مسلمانوں کی فوج صرف تین ہزار نفوس پر مشتمل تھی، رسول اللہ ﷺ کی ہدایت کے مطابق بالترتیب حضرت زید بن حارثہ، حضرت جعفر بن ابی طالب اور حضرت عبداللہ بن رواحہ ﷺ کو کمانڈر مقرر کیا گیا کہ ان میں سے ایک شہید ہو جائے تو دوسرا اپنے ہاتھ میں کمان لے لے، اگر یہ تینوں شہید ہو جائیں تو جس پر لوگ متفق ہو جائیں وہ مسلمانوں کا سپہ سالار ہوگا، چنانچہ یہ تینوں شہید ہو گئے اور حضرت خالد بن ولید ﷺ نے کمان سنبھالی اور وہ بڑی حکمت کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے مسلمانوں کو باہر نکالنے میں کامیاب ہو گئے، اسی موقع سے آپ ﷺ نے انھیں 'سیف اللہ' کا خطاب دیا۔۔۔۔۔ اس جنگ میں بارہ مسلمان شہید ہوئے اور محض تین ہزار لشکر کے ذریعہ دو لاکھ کی فوج کا مقابلہ کرنے کی وجہ سے رومیوں کے درمیان مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی۔

○ ادھر ایسا ہوا کہ بنو بکر اور بنو خزاعہ کی پرانی خصومت جاگ اٹھی اور دونوں کے درمیان جم کر لڑائی ہوئی، اس لڑائی میں اہل مکہ معاہدہ کے مطابق غیر جانبدار نہیں رہے، بلکہ انھوں نے کھل کر بنو بکر کے ساتھ مل کر اور عین حرم میں بنو خزاعہ کے لوگوں پر حملے کئے اور بعض کو قتل کر دیا، بنو خزاعہ آپ ﷺ سے رُجوع ہوئے، آپ ﷺ جنگ سے بچنا چاہتے تھے، اس لئے آپ ﷺ نے مکہ اپنا سفیر بھیجا اور تین باتوں کی پیش کش کی: اہل مکہ یا تو بنو خزاعہ کے مقتولین کی دیت ادا کر دیں، یا بنو بکر سے اپنا تعلق توڑ لیں، یا پھر صلح حدیبیہ کی تینہ کی تیاری کا اعلان کریں۔ اہل مکہ نے کہا: ہمیں پہلی دو باتیں منظور نہیں، صرف تیسری صورت منظور ہے، اس طرح بنو خزاعہ کی حمایت میں مسلمانوں کو مکہ پر فوج کشی کرنی پڑی، چنانچہ 8ھ میں دس ہزار صحابہ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ مکہ کی

طرف بڑھے، آپ ﷺ جنگ سے بچنا چاہتے تھے، اس لئے ہر طرح کوشش کی کہ قتل و قتال کی نوبت نہ آئے، بالآخر پر امن طریقہ پر مکہ فتح ہو گیا، کہیں کہیں اہل مکہ نے مزاحمت کی اور اس میں چند مشرکین مارے گئے، جن کی تعداد اکثر مؤرخین کے بقول 13 ہے، نیز دو مسلمان بھی شہید ہوئے، اگر آپ ﷺ چاہتے تو اپنے تمام دشمنوں سے انتقام لے سکتے تھے، اور آپ ﷺ انتقام لینے میں حق بہ جانب بھی ہوتے، لیکن آپ ﷺ نے ایک قلم انھیں معاف کر دیا، اور فرمایا کہ جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو معاف کیا تھا، اسی طرح میں بھی تمہیں معاف کرتا ہوں، اب پھر کعبۃ اللہ میں ایک خدا کی عبادت ہونے لگی، جس کے لئے اس گھر کی تعمیر ہوئی تھی، 20 / رمضان المبارک 8 ہجری مطابق 11 / جنوری 630ء بروز جمعہ کو مکہ میں داخل ہوئے۔ مورخہ 10 / رمضان 8ھ کو آپ ﷺ مکہ کے لئے نکلے تھے اور حنین و بنو ثقیف کی مہم سے فارغ ہو کر ذوقعدہ میں آپ ﷺ مدینہ واپس ہو گئے۔

○ فتح مکہ کے بعد غزوہ حنین اور غزوہ طائف کا واقعہ پیش آیا، حنین مقام کا نام ہے، اور یہاں قبیلہ بنو ہوازن کے لوگ آباد تھے، اس لئے اس کو 'غزوہ ہوازن' بھی کہا جاتا ہے، فتح مکہ کے انیس دن بعد چھ شوال سن آٹھ ہجری روز ہفتہ کو مسلمانوں کی فوج نے حنین کی طرف کوچ کیا، اس جنگ میں ابتداء مسلمانوں کو ہزیمت ہوئی، لیکن پھر وہ سنبھل گئے اور بالآخر مسلمان فتح یاب ہوئے، جنگ میں دشمن کے ستر آدمی مارے گئے اور مسلمانوں میں چار شخص شہید ہوئے۔ بعض مؤرخین نے شہداء کی تعداد اس سے زیادہ بھی لکھی ہے۔

○ فتح مکہ کے بعد آپ ﷺ صحابہ ﷺ کی تربیت اور احکام شریعت کی تعلیم نیز دعوت دین میں یکسو ہو گئے۔ عبادات، معاملات، عائلی زندگی، مسلمانوں اور غیر مسلموں کے تعلقات وغیرہ سے متعلق احکام و قوانین، مدینہ ہی کی دس سالہ زندگی میں نازل ہوئے۔

○ رجب سن نو ہجری میں غزوہ تبوک کا واقعہ پیش آیا، اس غزوہ کا سبب یہ ہوا کہ شام کی رومی حکومت اور بعض عرب قبائل خاص کر عیسائیوں کی طرف سے مدینہ کے خلاف فوجی تیاری اور جنگی عزائم کی مسلسل اطلاع آرہی تھی، اس وقت کے حالات کے تحت یہ بات ضروری محسوس ہوئی کہ مسلمان خود آگے بڑھ کر اس صورت حال کو دیکھیں اور ضرورت ہو تو آگے بڑھ کر دشمن کی تیاری کو تباہ کر دیں، چنانچہ آپ ﷺ نے اس مہم کی تیاری کا اعلان فرمایا، رجب سن 9 ہجری کی ایک جمعرات کو ایک بڑی فوج لے کر آپ ﷺ نکلے، جس کی تعداد تیس سے ستر ہزار بتلائی گئی ہے، فوج میں دس ہزار گھوڑ سوار اور بارہ ہزار شتر سوار بھی تھے، بالآخر مدینہ سے چل کر آپ ﷺ تبوک میں مقیم ہوئے جو مدینہ سے کم و بیش سات سو کیلومیٹر پر واقع ہے، یہاں آپ ﷺ کا قیام کم سے کم بیس دن رہا، کئی قبائل کے لوگوں نے خود آپ ﷺ کی اطاعت قبول کی اور بادشاہ روم ہرقل اپنے پایہ تخت حمص میں ہی مقیم رہا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رومیوں اور روم کے قریب آباد عرب نصرانیوں پر بھی مسلمانوں کی طاقت کا رعب بیٹھ گیا اور پھر انھیں مدینہ کی طرف غلط نظر سے دیکھنے کی ہمت نہیں ہوئی۔

○ سن نو ہجری میں حج فرض ہوا، رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر ﷺ کو امیر اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنا نمائندہ بنا کر تین سو صحابہ ﷺ کے ساتھ حج کے لئے روانہ فرمایا، جس میں حضرت علی ﷺ نے آپ ﷺ کی طرف سے اعلان کیا کہ آئندہ حج میں کسی مشرک کو شامل ہونے اور بے لباس بیت اللہ کا طواف کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔

○ ہجرت کے نویں سال کو ’عام الوفود‘ کہا جاتا ہے، یعنی اسلام کی دعوت اب عرب اور جزیرۃ العرب سے باہر جا چکی تھی اور مختلف قبائل کے وفود رضا کارانہ طور پر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرتے تھے، اور ان کی تربیت کی جاتی تھی۔ اسی لئے اس کو وفود کا سال کہا جاتا ہے، سیرت کی کتابوں میں آپ ﷺ کی خدمت میں سو سے زیادہ وفود کی حاضری کا ذکر ملتا ہے۔

○ ہجرت کے دسویں سال آپ ﷺ نے حج کیا اور تمام مسلمانوں سے خواہش فرمائی کہ وہ بھی حج میں آپ کے ساتھ رہیں، یہی چون کہ آپ ﷺ کا آخری حج تھا اور عام صحابہ ﷺ سے آخری ملاقات تھی، اس لئے اس کو ’حجۃ الوداع‘ کہتے ہیں، حج کے موقع سے آپ نے مکہ، منیٰ اور عرفات میں کئی خطبات دیئے، یہ گویا آپ ﷺ کی طرف سے امت کے لئے وداعی خطاب تھا، خود عرفات کا خطبہ وہ یادگار خطبہ ہے جسے بنیادی انسانی حقوق کا چارٹر قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس حج میں آپ کے ساتھ ایک لاکھ سے زیادہ صحابہ کرام ﷺ تھے، اکثر مؤرخین نے ایک لاکھ 24 ہزار کی تعداد لکھی ہے، بعض حضرات نے ایک لاکھ چوالیس ہزار تک بھی لکھی ہے۔

○ ہجرت کے گیارہویں سال 29 / صفر، پیر سے آپ ﷺ کی علالت کا سلسلہ شروع ہوا، اس علالت میں کئی دنوں آپ ﷺ جماعت سے نماز نہیں ادا کر سکے، اور آپ ﷺ کے حکم سے حضرت ابو بکر صدیق ﷺ نے امامت فرمائی۔ 12 / ربیع الاول، پیر کے دن، دن چڑھتے 63 / سال کی عمر میں آپ ﷺ کی وفات ہوئی، آخری فقرہ جو آپ کی زبان مبارک سے نکلا وہ تھا: ’انت الرفیق الاعلیٰ‘۔۔۔۔۔ تجھیز و تکفین منگل کے دن ہوئی، حضرت علی ﷺ کی تلقین پر لوگوں نے تنہا تنہا آپ ﷺ پر نماز جنازہ پڑھی، چہار شنبہ کو نصف شب میں تدفین عمل میں آئی۔

8.7 اخلاق نبوی ﷺ

اللہ کی طرف سے جو نبی و رسول آتے ہیں، وہ انسانیت کے لئے نمونہ اور آئیڈیل ہوتے ہیں، ان کا ہر عمل لوگوں کے لئے دلیل کی حیثیت رکھتا ہے، اسی لئے وہ زندگی کے تمام شعبوں میں اعلیٰ ترین معیار پر قائم رہتے ہیں، ان کی عبادتیں خشوع و خضوع کا نمونہ ہوتی ہیں، ان کے معاملات راست گوئی اور پاکیزگی پر مبنی ہوتے ہیں، ان کی معاشرت حسن سلوک اور سماج کے مختلف طبقہ کے ساتھ برتاؤ کا اور حقوق کی ادائیگی کا بہترین نمونہ ہوتی ہے، اسی طرح وہ اخلاق کی اعلیٰ ترین سطح پر ہوتے ہیں۔ یہ بات اس لئے بھی ضروری ہے کہ نبی کا بنیادی فریضہ دعوت و تبلیغ ہوتا ہے اور دعوت کے مؤثر ہونے کے لئے ضروری ہے کہ مدعو پر اس کے اخلاق و سلوک کے بہترین نقوش ثبت ہوں، کیوں کہ محبت اور خوش اخلاقی سخت سے سخت دل کو بھی پگھلانے کی طاقت رکھتی ہے، قرآن مجید میں مختلف انبیاء کرام اور ان کی اقوام کے واقعات ذکر کئے گئے ہیں، ان واقعات میں قوموں کی انبیاء کے ساتھ بدسلوکی و بدزبانی اور اس کے مقابلہ میں انبیاء کی طرف سے انتہائی درجہ تحمل و بردباری اور خوش گفتاری کا ذکر ملتا ہے۔

جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ بلند اخلاق کی اعلیٰ ترین معیار پر تھے، اسی لئے قرآن مجید میں آپ ﷺ کے بارے میں کہا گیا ہے: ’إِنَّكَ لَعَلَىٰ خَلْقٍ عَظِيمٍ‘۔ (القلم: 4)

اکثر اخلاقی کمزوریوں کی بنیاد یہ ہوتی ہے کہ انسان کے قول و فعل میں تضاد ہوتا ہے، وہ گفتگو تو بہت اونچی کرتا ہے، لیکن عمل میں بہت نیچی سطح پر ہوتا ہے، آپ ﷺ کی زندگی میں قول و فعل کا تضاد نہیں تھا، آپ ﷺ لوگوں کو جس بات کی دعوت دیتے اسی پر آپ ﷺ کا عمل ہوتا۔ اسی لئے حضرت عائشہؓ نے ایک شخص کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اخلاق محمدی کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ سراپا قرآن تھے: ”کان خلقه القرآن“۔ (مسند احمد: 6/91)

یوں تو آپ ﷺ کی زندگی کے تمام پہلو پوری طرح روشن ہیں، لیکن اس کا سب سے وسیع باب اخلاق کا ہے، آپ ﷺ کے مزاج کا نمایاں پہلو تواضع و انکساری کا تھا، آپ مقام نبوت پر فائز ہیں اور پورا جزیرۃ العرب آپ کے قدموں میں ہے، لیکن تواضع اور سادگی کا حال یہ تھا کہ گھر پر خود جھاڑو دیتے، بازار سے سودا لاتے، جوتی پھٹ جاتی تو اسے سی لیتے، کھانے کے لئے بیٹھتے تو نہایت تواضع کی کیفیت کے ساتھ، اور فرماتے کہ میں اس طرح کھاتا ہوں جیسے غلام کو کھانا چاہئے: ”أنا آکل کما یأکل العبد“۔ لوگ تعظیم کے لئے کھڑے ہوتے تو منع فرمادیتے، اگر کسی باندی کا بھی کوئی کام ہوتا اور وہ بھی سر راہ اپنی کسی ضرورت کے لئے روکتی تو رک جاتے، رفقائے کے ساتھ اس طرح بیٹھتے کہ امتیازی شناخت نہ ہونے کی بنا پر لوگ آپ کو پہچان نہیں پاتے، اپنے لئے تعظیم کے جائز الفاظ بھی پسند نہیں فرماتے۔ ایک بار بعض حاضرین نے عرض کیا: آپ ﷺ ہمارے آقا (سید) ہیں، فرمایا: ”نہیں، آقا تو خدا کی ذات ہے“۔ ایک بار لوگوں نے عرض کیا کہ آپ ہم میں سب سے افضل و برتر ہیں، آپ ﷺ نے اس تعبیر کو بھی پسند نہیں فرمایا، تواضع و فروتنی کا یہ حال تھا کہ فتح مکہ کے موقع پر جب دس ہزار مسلح جاں نثار آپ ﷺ کے گرد پیش تھے، انکساری کی وجہ سے آپ کا سر مبارک اس قدر جھکا ہوا تھا کہ بار بار اونٹنی کے کوبان سے ٹکرا جاتا تھا۔

تواضع ہی کا ایک پہلو یہ تھا کہ تعظیم میں مبالغہ کو پسند نہیں کرتے تھے، بعض صحابہ دوسرے علاقوں میں گئے تو دیکھا کہ لوگ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں، انھوں نے آپ ﷺ سے سجدہ کی اجازت چاہی اور عرض کیا کہ آپ تو ان سے زیادہ مہجود بننے کے مستحق ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی کو سجدہ کی اجازت ہوتی تو بیوی کو اجازت ہوتی کہ وہ شوہر کو سجدہ کرے، لیکن خدا کے سوا کسی کے لئے سجدہ روا نہیں۔ ایک صاحب دوران گفتگو بول پڑے جو خدا چاہے اور آپ ﷺ چاہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، صرف خدا چاہے۔ ایک انصاری کی شادی میں کچھ لڑکیاں دف کے ساتھ نغمے گارہی تھیں، انھوں نے اس میں ایک مصرع پڑھا:

وفینا نبی یعلم ما فی غد

اور ہمارے بیچ ایسے پیغمبر ہیں جو کل واقع ہونے والی باتوں کو جانتے ہیں۔

آپ ﷺ نے اس مصرع کو پڑھنے سے منع فرمایا۔ جس روز آپ کے صاحب زادے حضرت ابراہیم کی وفات ہوئی، اتفاق سے اسی دن سورج گہن لگ گیا، جاہلیت کے قدیم تصور کے مطابق لوگ کہنے لگے کہ صاحب زادہ نبوی کے انتقال کی وجہ سے گہن لگا ہے، آپ ﷺ نے فوراً اس کی تردید میں باضابطہ خطبہ ارشاد فرمایا۔

عفو و درگزر کا باب آپ کے یہاں بہت وسیع تھا اور دوستوں اور دشمنوں سب کو اس سے سرفراز ہونے کا موقع ملتا تھا۔ جب مکہ فتح ہوا تو وہ سارے لوگ آپ کے سامنے موجود تھے، جنھوں نے آپ کے قتل کے منصوبے بنائے، آپ کو اور آپ کے رفقائے کو جسمانی اذیتیں پہنچائیں، آپ کو برا بھلا کہا، معاشی ناکہ بندی کی اور آپ کے پورے خاندان کو دانہ دانہ کے لئے ترسایا، آپ

کی صاحب زادیوں کو طلاقیں دلوادیں، لیکن آپ نے ان سبھوں کو بیک جنبش زبان معاف فرمادیا، یہاں تک کہ ان کے جو رو ظلم کا ذکر کر کے انھیں شرمندہ بھی نہیں فرمایا، محبوب پچا حضرت حمزہ ؓ کے قاتل حضرت وحشی، ان کا کلیجہ چبانے والی حضرت ہندہ، بدترین دشمن ابو جہل کے بیٹے عکرمہ اور غزوہ احد اور غزوہ خندق میں مشرکین کی قیادت کرنے والے ابوسفیان سبھوں کو دامن عفو میں پناہ دیا۔

آپ ؐ ہمیشہ عدل و انصاف کی تلقین فرماتے تھے اور خود بھی اس پر عمل کرتے تھے، عرب کے ایک معزز قبیلہ بنو مخزوم کی ایک عورت چوری میں پکڑی گئی، لوگ چاہتے تھے کہ وہ سزا سے بچ جائے، آپ کے پروردہ اور محبوب حضرت اسامہ بن زید نے سفارش کی، آپ ؐ نے اس پر سخت ناگواری کا اظہار کیا اور سزا جاری فرمائی، عدل و انصاف کے معاملہ میں مسلمان اور غیر مسلم کا کوئی امتیاز نہیں تھا، اس لئے یہود بھی اپنے معاملات طے کرانے آپ ؐ کے پاس آیا کرتے تھے۔

سخاوت و فیاضی کا حال یہ تھا کوئی سائل واپس نہیں ہو سکتا تھا، اگر اپنے پاس موجود نہ ہو تو دوسروں سے قرض لے کر دیتے، اگر کچھ درہم و دینار بچا رہتا تو جب تک تقسیم نہ ہو جائے بے چین رہتے، جن لوگوں کی وفات ہوتی، فرماتے کہ ان کے قرض کی ادائیگی میرے ذمہ ہے، اور مترکہ ان کے ورثہ کے لئے۔ آپ ؐ کی اس فیاضی کا نتیجہ تھا کہ جب آپ کی وفات ہوئی تو چراغ میں تیل تک نہیں تھا اور آپ ؐ کی زرہ مبارک چند کیلو جو پر رہن تھی۔ جہاں آپ کے دربار سے کوئی حاجت مند نامراد واپس نہیں ہوتا تھا، وہیں دوسری طرف سوال اور گدگری کو بھی ناپسند فرماتے تھے، ایک صاحب بھیک مانگتے ہوئے آئے تو آپ ؐ نے ان کا بستر اور پیالہ (جس کے وہ مالک تھے) منگوایا اور اس کی بولی لگوائی، دو درہم میں فروخت ہوا، آپ ؐ نے انھیں ایک درہم خرچ کے لئے دیا اور دوسرے درہم سے کلہاڑی بنا دی کہ جنگل سے لکڑی لائیں اور فروخت کریں، پندرہ دنوں بعد جب وہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو دس درہم ان کے پاس جمع ہو چکے تھے، آپ نے ارشاد فرمایا: یہ اچھا ہے یا یہ کہ قیامت کے دن چہرہ پر گدائی کا داغ لے کر جاتے؟

انسانی برابری اور مساوات کو ہمیشہ ملحوظ رکھتے، آپ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں صاف فرمادیا کہ کالے اور گورے یا عربی و عجمی ہونے کی وجہ سے ایک کو دوسرے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے، اسی لئے جب بھی کوئی کام ہوتا، آپ ؐ اپنے رفقاء کے ساتھ مل کر اس کام میں شریک رہتے، حج میں قریش حدود حرم سے باہر نکلنے کو اپنی شان کے خلاف سمجھتے تھے، اس لئے عرفات نہیں جاتے تھے، آپ ؐ نے اس امتیاز کو ختم کیا اور عرفہ کے وقوف کوچ کے لئے لازم قرار دیا۔

اسلام سے پہلے عربوں میں شرم و حیاء کی بڑی کمی تھی، لوگ کھلے عام برہنہ حالت میں غسل کرتے تھے، قضاء حاجت کے وقت بھی پردہ کا اہتمام نہیں تھا، یہاں تک کہ کعبۃ اللہ کا طواف بھی بے لباس کیا جاتا تھا، آپ ؐ نے بے حیائی کی ان تمام باتوں کو منع فرمایا، صحابہ کا بیان ہے کہ آپ ؐ دو شیزہ لڑکیوں سے بھی زیادہ شرمیلے تھے اور ہر موقع پر حیاء کا لحاظ کرتے تھے۔

آپ کی راست گوئی اور دیانت مکہ میں ضرب المثل تھی، لوگ آپ ؐ کو صادق اور امین کہتے تھے، خود ابو جہل بھی اعتراف کرتا تھا کہ آپ ؐ جھوٹے نہیں ہیں، لیکن کہتا تھا کہ جو باتیں آپ پیش کر رہے ہیں وہ صحیح نہیں ہے۔ آپ نے جب بادشاہ روم کو دعوت اسلام کا مکتوب لکھا، اس وقت ابوسفیان روم میں ہی تھے، جو اس وقت آپ کے سخت مخالف تھے، چنانچہ شاہ روم نے ابوسفیان سے آپ کے بارے میں دریافت کیا کہ کیا وہ دعویٰ نبوت سے پہلے جھوٹ بھی بولتے تھے؟ ابوسفیان نے کہا: نہیں، غرض کہ دشمنوں کو بھی آپ کی

راست گوئی کا اعتراف تھا، دیانت داری کا حال یہ تھا کہ دشمن بھی اپنی امانتیں آپ کے پاس رکھواتے تھے، چنانچہ جب آپ ﷺ نے ہجرت فرمائی تو اہل مکہ کی بہت سی امانتیں آپ ﷺ کے پاس تھیں، جنہیں آپ ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر کے گئے۔

ایفاء عہد کا آپ کو بڑا لحاظ تھا، صلح حدیبیہ میں جو شرطیں طے پائیں آپ ان پر سختی سے قائم رہے، بعض اور مظلوم مسلمانوں کی قابل رحم حالت دیکھ کر بھی وعدہ خلافی کرنا گوارا نہ کیا۔ غزوہ بدر میں مسلمانوں کی تعداد دشمنوں کے مقابلہ ایک تہائی سے بھی کم تھی، اس لئے ایک ایک آدمی کی اہمیت تھی، چنانچہ عین جنگ کے وقت حذیفہ بن یمان اور ان کے والد یمان (جن کا اصل نام حسیل بن جابر تھا) کہیں سے آرہے تھے کہ ان دونوں کو اہل مکہ نے پکڑ لیا، لیکن اس شرط پر چھوڑا کہ وہ جنگ میں آپ کا ساتھ نہیں دیں گے، یہ مسلمانوں کے ساتھ غزوہ میں شریک ہونا چاہتے تھے، لیکن آپ نے انہیں واپس کر دیا اور فرمایا کہ ہم ہر حال میں وعدہ پورا کرنے کے قائل ہیں۔ نبوت سے پہلے ایک صاحب سے معاملہ ہوا وہ آپ ﷺ کو بیٹھا کر چلے گئے کہ آکر حساب کر دیتا ہوں، مگر ان کو خیال نہیں رہا، تین دنوں بعد آئے تو آپ ﷺ اسی جگہ تشریف رکھتے تھے، آپ نے فرمایا: تین دنوں سے یہیں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔

غرض کہ آپ ﷺ کی ذات گرامی فضائل اخلاق کا نمونہ تھی اور رذائل اخلاق سے مبرا، آپ ﷺ نے نہ صرف اخلاق کی تعلیم دی، بلکہ عملاً انہیں برت کر دکھایا بھی۔

8.8 ازواج و اولاد

پیغمبر کی زندگی عام انسانوں کی زندگی سے مختلف ہوتی ہے، ان کا عمل نمونہ ہوتا ہے اور یہ بات ضروری ہوتی ہے کہ اس کی زندگی کا پورا ریکارڈ اُمت کے لئے محفوظ ہو جائے، اسی لئے انبیاء کو عام لوگوں کے مقابلہ میں زیادہ بیویوں کو رکھنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی اس خصوصی حکم کے تحت گیارہ نکاح فرمائے، ان میں بعض نکاح ان لوگوں کی قربانی کا حق ادا کرنے کے لئے تھا، جنہوں نے اپنا سب کچھ اسلام کے لئے قربان کر دیا تھا، جیسے حضرت عائشہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ بنت عمر فاروق رضی اللہ عنہا۔ بعض نکاح آپ ﷺ نے ان خواتین کی دل داری کے لئے فرمایا جنہوں نے اسلام کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا، اور وہ بے سہارا ہو گئی تھیں، جیسے حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا۔ بعض نکاح کا مقصد اس قبیلہ کے لوگوں کو اسلام سے مانوس کرنا اور دعوت حق کے قریب کرنا تھا، جیسے حضرت جویریہ اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہما، اسی طرح حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا نکاح متنبی کی قدیم رسم کو ختم کرنے کے لئے ہوا، کیوں کہ ان کے شوہر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کے متنبی تصور کئے جاتے تھے، اور زمانہ جاہلیت میں لوگ متنبی کو صلبی بیٹے کا درجہ دیتے تھے۔

بحیثیت مجموعی ان ازواج مطہرات کے ذریعہ دین کی نشرو اشاعت میں بے حد مدد ملی۔ تفسیر قرآن، روایت حدیث، احکام فقہیہ اور بالخصوص خواتین سے متعلق مسائل بیان کرنے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت میمونہ وغیرہ سے اُمت کو جو نفع پہنچا، وہ کسی اور سے نہیں پہنچ سکتا تھا، ازواج مطہرات سے نکاح کے وقت آپ ﷺ کی عمر کو دیکھنے سے انداز ہوتا ہے کہ 54 سال کی عمر تک آپ ﷺ کے نکاح میں بیک وقت ایک ہی بیوی رہیں، حضرت خدیجہ اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہما جو عمر میں بھی آپ سے بڑی تھیں۔ باقی نکاح 54 سے 59 سال کے درمیان ہوئے۔ دوسرے ان تمام ازواج میں صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کنواری تھیں، بقیہ

خواتین بیوہ یا مطلقہ تھیں، اگر کوئی شخص اپنی نفسانی آسودگی کے لئے زیادہ شادیاں کرے تو عام طور پر 30 سال کے اندر ایسی شادیاں کی جاتی ہیں اور خصوصیت سے کنواری لڑکیوں سے شادی کرنے کو ترجیح دی جاتی ہے۔

ذیل میں ازواج مطہرات کے نام، ان کی تاریخ ولادت، تاریخ وفات، سن نکاح اور حضور ﷺ کے ساتھ رفاقت کی مدت تحریر کی جاتی ہے:

نمبر شمار	اسمائے گرامی	ولادت	سن نکاح	اُم المؤمنین کی عمر بوقت نکاح	سن وفات	حضور کی خدمت میں رہنے کی مدت	حضور ﷺ کی عمر مبارک بوقت نکاح
1	حضرت خدیجہ الکبریٰؓ	555ء	15 سال قبل نبوت	40 سال	نبوت 10ء	25 سال	25 سال
2	حضرت سودہؓ	570ء	10 انبوی	50 سال	19ھ	14 سال	50 سال
3	حضرت عائشہ صدیقہؓ	614ء	رخصتی شوال 1 ہجری	9 سال	57ھ	9 سال	54 سال
4	حضرت حفصہؓ	605ء	شعبان 4ھ	22 سال	51ھ	ساڑھے 7 سال	55 سال
5	حضرت زینب بنت خزیمہؓ	595ء	صفر 4ھ	30 سال	4ھ	3 ماہ	55 سال
6	حضرت اُم سلمہؓ	602ء	4ھ	26 سال	59ھ	7 سال	56 سال
7	حضرت زینب بنت جحشؓ	592ء	5ھ	26 سال	20ھ	6 سال	57 سال
8	حضرت جویریہؓ	608ء	شعبان 5ھ	20 سال	56ھ	6 سال	57 سال
9	حضرت اُم حبیبہؓ	603ء	6ھ	26 سال	44ھ	6 سال	57 سال
10	حضرت صفیہؓ	613ء	7ھ	17 سال	50ھ	تقریباً 4 سال	59 سال
11	حضرت میمونہؓ	594ء	7ھ	36 سال	51ھ	سوا 3 سال	59 سال

آپ ﷺ کو چار صاحبزادیاں اور تین صاحبزادے ہوئے، صاحبزادوں کے نام یہ ہیں:

(1) حضرت قاسم۔

(2) حضرت عبداللہ۔

(3) حضرت ابراہیم۔

صاحبزادیوں کے نام یہ ہیں:

(1) حضرت زینبؓ : ان کا نکاح حضرت ابوالعاصؓ سے ہوا۔

(2) حضرت رقیہؓ : ان کا نکاح حضرت عثمان غنیؓ سے ہوا۔

(3) حضرت اُم کلثومؓ : حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد آپ ﷺ نے ان کو حضرت عثمانؓ کے

نکاح میں دیا، اسی لئے حضرت عثمان 'ذوالنورین' سے ملقب ہوئے۔

(4) حضرت فاطمہ الزہراء : آپ کا نکاح حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے ہوا اور آپ ہی سے حضور ﷺ کی نسل چلی۔

تینوں صاحبزادے بچپن ہی میں فوت ہو گئے، حضرت ابراہیم کے سوا آپ ﷺ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ الکبریٰ کے بطن سے ہیں، حضرت ابراہیم آپ کی باندی حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔

8.9 خلاصہ

- 1- آپ ﷺ کی سیرت ابتدائی ادوار میں نقل و روایت کے ذریعہ محفوظ ہو گئی تھی اور دوسری صدی میں کتابی شکل میں سیرت مرتب ہو چکی تھی۔
- 2- نبوت سے پہلے عرب میں قبائلی نظام قائم تھا اور مکہ کو پورے خطہ میں مرکزی اہمیت حاصل تھی، جس کی عظمت کعبۃ اللہ کی وجہ سے تھی۔
- 3- آپ ﷺ کی نبوت سے پہلے کی زندگی چالیس سال پر مشتمل تھی، آپ ﷺ کی یہ پوری زندگی صداقت و امانت، طبعی شرافت اور عفت و حیا کا نمونہ تھی۔
- 4- نبوت کے بعد آپ ﷺ نے تیرہ سال مکہ میں گزارے اور شب و روز لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلا یا، دعوت دین کے لئے طائف کا سفر فرمایا، ایذا رسانیوں سے بچنے کے لئے مسلمانوں کو حبش اور پھر مدینہ ہجرت کی اجازت دی اور اسی درمیان آپ ﷺ کو معراج سے نوازا گیا۔
- 5- نبوت کے تیرہویں سال آپ ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی، اہل مکہ کی طرف سے 2ھ میں بدر کا، 3ھ میں احد کا اور 5ھ میں خندق کا معرکہ ہوا۔
- 6- 6ھ میں صلح حدیبیہ ہوئی، 8ھ میں اہل مکہ کی بدعہدی کی وجہ سے فوج کشی کی گئی اور مکہ فتح ہو گیا۔ اور 10ھ میں آپ ﷺ نے حج فرمایا، پھر ہجرت کے گیارہویں سال 12ھ / ربیع الاول کو آپ ﷺ کی وفات ہوئی۔
- 7- آپ ﷺ کی ازواج مطہرات، جن کو 'امہات المؤمنین' کہا جاتا ہے، گیارہ تھیں۔ صاحبزادے تین تھے، جن کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تھا اور صاحبزادیاں چار تھیں۔
- 8- آپ ﷺ کی زندگی اعلیٰ ترین انسانی اخلاق کی حامل تھی۔

8.10 نمونہ سوالات

- 1- آپ ﷺ کے اسمائے گرامی کیا کیا تھے؟
- 2- مندرجہ ذیل لوگوں کے نام لکھیں :
(الف) آپ ﷺ کے چچا

(ب) آپ ﷺ کی پھوپھیاں

(ج) آپ ﷺ کی ازواج مطہرات

(د) آپ ﷺ کے صاحبزادے

(ه) آپ ﷺ کی صاحبزادیاں

3- ابتداء میں اسلام قبول کرنے والے کون حضرات تھے؟

4- ان میں سے کسی دو پر نوٹ لکھئے :

(1) غزوة بدر۔

(2) غزوة اُحد۔

(3) غزوة خندق۔

(4) فتح مکہ۔

(5) صلح حدیبیہ۔

8.11 مطالعہ کے لیے معاون کتابیں

1- سیرة النبی (اول و دوم) علامہ شبلی نعمانی / علامہ سید سلیمان ندوی

2- رحمت للعالمین قاضی سلیمان منصور پوری

3- اصح السیر مولانا عبدالرؤف دانا پوری

4- محمد عربی ڈاکٹر حمید اللہ

5- سیرت سرور عالم مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

6- نبی رحمت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

7- سیرة المصطفیٰ مولانا محمد ادریس کاندھلوی

8- سیرة الجتبیٰ جناب مصباح الدین شکیل

9- الریحق المختوم مولانا صفی الرحمن مبارکپوری

-:oOo:-

